چندر مکھی حصہ اول

جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب چوک متی سیدیو بلڈنگ لاہور

چندر مکھی

از قلم

لالہ پنا لال صاحب ناولسٹ مشہور مصنف
جان باز قاتل خونی داستان پولیس مین وغیرہ

بفرمائش

جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز تاجران کتب و پبلشرز
سچدیو بلڈنگ چوک متی لاہور

۱۹۲۷ء

بار دوم — ایک ہزار ۱۰۰۰ — قیمت ۱۲ار

مشہور عالم پریس [illegible] لاہور [illegible] باہتمام [illegible]

پبلشرز

جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز تاجران کتب لاہور

اوم
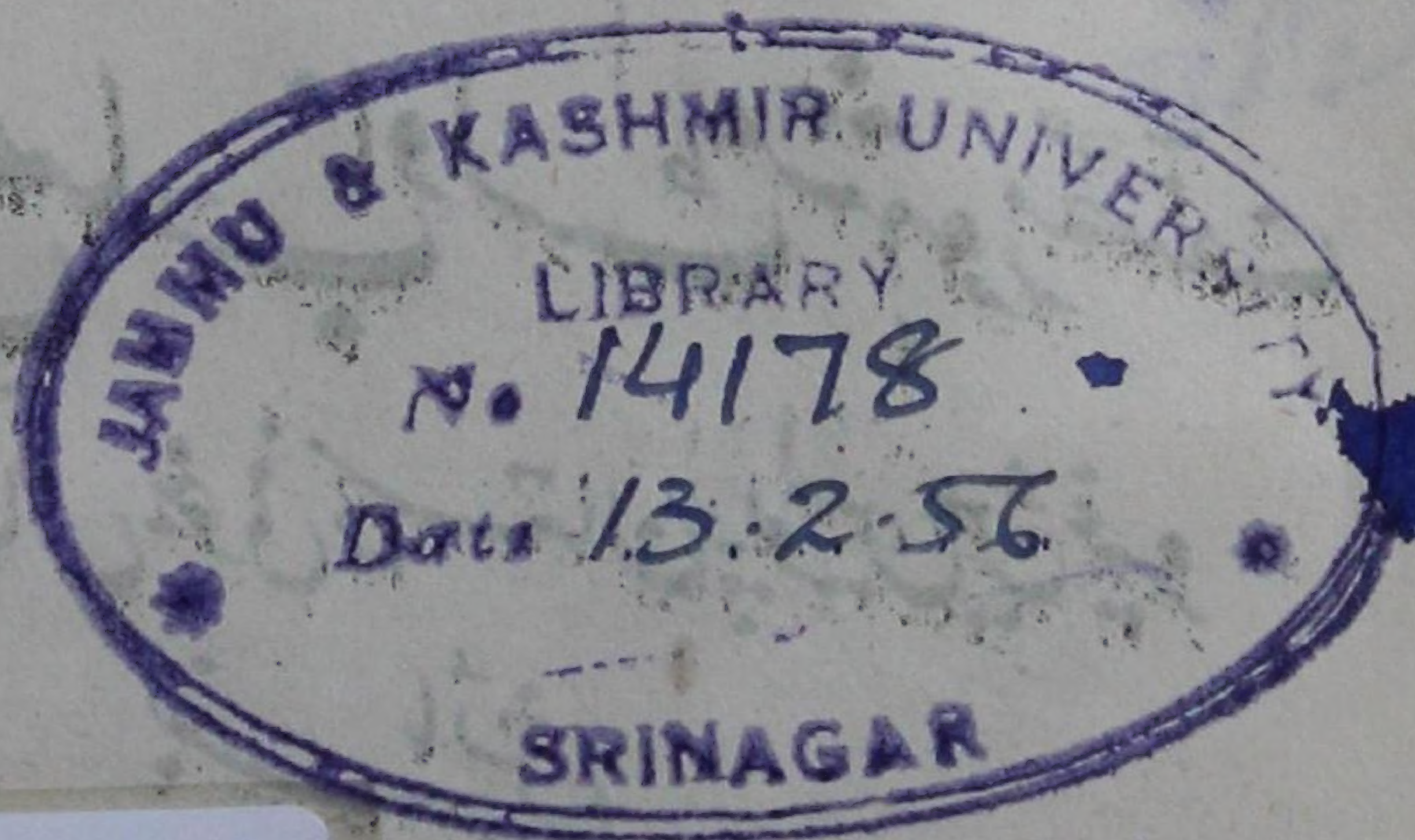
چندر مکھی

پہلا منظر

ماں اور بیٹا

ہمارے ناول کی ابتدا موسم گرما کی ایک شام سے ہوتی ہے۔ شہر دلہن کی طرح آراستہ تھا۔ کوچہ و بازار آدمیوں سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ کندھے سے کندھا چھلتا تھا۔ اُس وقت ایک موٹر قلب شہر کا چکر کاٹتی ہوئی ڈبی بازار کے وسط میں آ کر رکی اور اندر سے کسی نے نازک آواز میں کسی کو خطاب کیا "بابو ادھر آؤ"۔

ڈرائیور کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے نیچے اُتر کر کہا "فرمائیے؟"

کسی نے اپنے نازک ہاتھ کو کھڑکی سے باہر نکال کر کہا۔ "بابو! پیچھے ایک دوکان پر بہت سے آدمیوں میں ایک عورت کھڑی ہے اُسے بلا لاؤ"۔

جلدی سے "وہ پریم کی والدہ تو نہیں؟"

"ہاں ہاں وہی ہے"۔

بہت بہتر کہہ کر وہ شخص چلا گیا اور بمشکل بھیڑ سے اُس عورت کو نکال کر اپنے ہمراہ لے آیا۔ اُس عورت کی عمر ۴۲-۴۳ سال کے قریب ہوگی مگر کسی غم کے باعث اُس کے اعضا قابل اعتماد نہ رہے تھے اور وہ ۶۰ سال کی عمر رسیدہ معلوم ہوتی تھی۔ سر چھوٹا۔ چہرہ گول مگر جھریوں دار۔ چشم تیز۔ اُس نے موٹر کے قریب پہنچ کر کہا۔ "چندرہ!"

اندر سے کسی نے گھبراہٹ میں کہا "تائی! تم کدھر؟"

دبی آواز میں "میں اسٹیشن پر جا رہی تھی اور ..."

بات کاٹ کر "کیوں۔ وہاں کیا کام ہے؟"

"آج پریم نے آنا ہے"۔

لڑکی نے غیر معمولی سرعت سے کہا "پریم نے! کیا وہ بھی اُن کے ساتھ ہی آیا ہے؟"

"کیا اُس کے ساتھ اور بھی کوئی ہے؟"

"متبسم آواز میں۔ ہاں (دیواروں پر لگی ہوئی جھنڈیوں اور لوگوں کی طرف اشارہ کر کے) یہ جن کے لئے تیاریاں ہو رہی ہیں مادر ہند کا فرزند"۔

بوڑھی نے آہستہ سے کہا "میں نے ایک آدمی سے پوچھا تھا کہ یہ تیاریاں کیوں ہو رہی ہیں۔ تو اُس نے کہا کہ "آج جان نثاران وطن آنے والے ہیں"۔

"ہاں ہاں - وہ جان نثار ہی نہیں بلکہ زندہ شہید ہیں" ٭
اِس کے بعد لڑکی نے مسکرا کر کہا "آؤ - پھر موٹر پر سوار ہو جاؤ - ہم بھی وہیں جا رہے ہیں" ٭
عورت نے احسانمندانہ نگاہوں سے دیکھ کر کہا "بیٹی تمہیں تکلیف ہوگی" ٭
"نہیں - تائی آپ تو - تکلیف کیا ہوگی - ہم بھی تو اُدھر ہی جا رہے ہیں" ٭
عورت موٹر میں سوار ہو گئی - لڑکی نے تحکمانہ انداز میں ڈرائیور سے کہا "مستری - چلاؤ" ٭
موٹر چلنے پر لڑکی نے اُس عورت کو مخاطب کر کے پوچھا "کیا پریم نے آپ کو لکھا تھا کہ آج ضرور پہنچ جائیں گے ؟"
"ہاں - بلکہ تاریخ اور وقت کے متعلق بھی اطلاع دی تھی - بھادوں کی ۵ تاریخ اور ۸ بجے شام !"
حیرت ہے "کیا اتنے دُور سے لکھا تھا ؟"
"نہیں بمبئی سے آکر تار دیا تھا" ٭
لڑکی تعجب سے بولی "تو آپ نے وقت کی پرواہ کیوں نہ کی ؟"
"نہیں - میں تانگے کی تلاش میں ہی یہاں تک چلی آئی تھی - راستہ میں کوئی تانگہ نہیں ملا - یہاں لوگوں کی بھیڑ دیکھی تو ایک طرف ہو گئی" ٭
"ہاں - ٹھیک ہے - آج بازاروں میں گذرنا محال ہے - ہم بھی یونہی لوگوں کا جوش و خروش دیکھنے کی غرض سے آنکلے ہیں - ورنہ باہر کی طرف سے ہی جانے کا ارادہ تھا" ٭

"اچھا ہُوا جو تم اِدھر آنکلیں۔ ورنہ میں بڑی خوار ہوتی"۔

"مسکرا کر۔ شکر ہی سمجھو۔ میری بھی نگاہ ہی جا پڑی تھی۔ ورنہ اِبتک آگے پہنچ گئے ہوتے"۔

"بیٹی! پرماتما تمہیں اِس کا پھل دے۔ میں تمہارے احسان کو بھول نہیں سکتی۔ تم نے میری رکھشا کی ہے"۔

لڑکی رُخ بدل کر بولی "تائی! پریم کو کہنا اب نہ جانے"۔

"اچھا بیٹی اب نہ جانے دونگی (آہ بھر کر) آگئے کیا کم تکلیف اُٹھائی ہے"!

"ہاں اب اُسے یہیں کاروبار کر لینا چاہئیے ——— میرے خیال میں کچھ روپیہ بھی لایا ہوگا"۔

حسرت سے "روپیہ؟ ——— اگر روپیہ کمایا ہوتا تو مجھے نہ بھیجتا؟ روپیہ کی اُمید نہیں ہے۔ (جلدی سے) میں تو اسی میں شکر کرتی ہوں کہ وہ بیچارہ صحیح سلامت آگیا۔ روپیہ بھی پیدا ہو جائیگا"۔

چند منٹ میں موٹر اسٹیشن کے سامنے والی سڑک پر جا رُکی۔ لڑکی نے سر کھڑکی سے باہر نکال کر دیکھا اور کہا "اُف کتنا اژدھام ہے"۔

ڈرائیور نے اپنے ساتھی کو جسے چندرو نے بابو کے لفظ سے مخاطب کیا تھا مسکرا کر کہا "لوگ چڑیاں کوئے معلوم ہوتے ہیں"۔

چندرہ نے آواز سُن کر کہا "مستری کوئی سُن لے گا"۔

وہ گردن جھکا کر بولا "حضور! لالہ جی شاہ۔ جیالوں جی وغیرہ تو اس طرح بیٹھے ہیں۔ گویا پھانسی پر لٹک رہے ہیں"۔

چندرو نے چاروں طرف دیکھکر کہا: "خوب! کہیں جوتیاں نہ کھانا"

ڈرائیور مسکرایا اور بابو نے نیچے اُتر کر کہا: "اب کیا کرنا چاہئیے"

"بس پلیٹ فارم پر چلنا چاہئیے۔ چند ٹکٹ لیے آؤ"

ساتھ والی موٹر سے کسی نے کہا: "پلیٹ فارم بند ہو گئے ہیں"

چندرو نے اُس کی طرف دیکھ کر کہا: "اچھا!"

"مجھے بھی پلیٹ فارم پر جانا تھا۔ مگر پولیس کی رکاوٹ سے واپس آنا پڑا"

چندرو نے حیرانی سے کہا: "آج تو کوئی خاص اہتمام معلوم ہوتا ہے"

"نہیں۔ اندر بہت لوگ جا چکے ہیں۔ میرے خیال میں تنگی جگہ کی وجہ سے ٹکٹ بند کئے گئے ہیں"

اُس رئیس نے یہ سب باتیں اُلفت سے کیں

چندرو نے بوڑھی عورت کی طرف مخاطب ہو کر کہا: "اب آپ کا کیا حکم ہے"

سرد آہ بھر کر "جب اتنی خلقت اندر جا چکی ہے اور اندر کوئی نہیں جا سکتا۔ تو میں کیا بتاؤں۔ میرے خیال میں یہیں ٹھیرنا بہتر ہے"

"اگر یہاں ملاقات نہ ہوئی تو گھر جا کر ہو جائیگی"

"آنسو بھر کر۔ آہ بچہ"

"آپ فکر نہ کریں میں آپ کو گھر پہنچا دونگی۔ یہ تو آپ سُن ہی چکی ہیں کہ پلیٹ فارم سب بند ہو چکے ہیں"

عورت نے اپنے ظاہر ہوا س درست کر کے کہا: "اچھا بیٹی! جو کچھ بھی مناسب سمجھو کرو"

اُس وقت، بہت سے آدمی اسٹیشن کی طرف سے آتے ہوئے دکھائی دیئے جن میں سے ایک نوجوان جنٹلمین نے موٹروں کی طرف بڑھ کر ایک دوسے دریافت کیا "کیا موٹر خالی ہے؟"

مگر جواب نفی میں پا کر مایوسانہ اپنے قلیوں سے بولا - جو اُس کے پیچھے آ رہے تھے اور بہت سے بیگ ٹرنک و بستر سے وغیرہ اٹھائے ہوئے تھے "کیا یہ سب موٹریں لگی ہوئی ہیں؟"

ایک قلی نے جواب دیا "نہیں جناب - یہ سب موٹریں رئیسوں کی ہیں" +

جنٹلمین نے ایک قریب کی موٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "پھر میں کیسے جاؤں گا؟"

چندرہ تو اسی طرف دیکھ رہی تھی - لیکن بوڑھی نے جب آواز پہچانی تو چلّا کر بولی "یہ تو میرے پریم کی آواز ہے" - یہ کہا اور موٹر سے اُتر آئی +

نوجوان نے بےتابانہ کہا "ماں" اور اس کے ساتھ ہی وہ بوڑھی کے گلے سے لپٹ گیا - دونو کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور اس خوشی سے جو فرقت کے بعد نصیب ہوتی ہے اور حقیقی درجہ رکھتی ہے دونو چیخیں مار کر رونے چندرہ جو کہ اب پائدان پر کھڑی تھی اور نہایت رشیقانہ رغبت سے دیکھ رہی تھی اپنے دل کو نہ سنبھال سکی - اور رونے لگی +

لوگ جو صاحب اولاد تھے اور اس جدائی اور ملاپ کا حظ اُٹھا چکے تھے نہایت مشتاق ہوئے اور اُسے نگاہ اُلفت سے دیکھنے لگے +

نوجوان جس کا نام پریم چند تھا - "میری ماں" سے جدا ہوا اور دیکھا کہ دائں

نیم بیہوشی کی حالت میں ہے۔ اور اُس کی پیشانی سے پسینہ چھوٹ رہا ہے۔ تو چلا کر بولا "ماں! ماں! راضی تو ہو؟"

بوڑھی نے بمشکل دلی کو سنبھال کر کہا "ہاں بیٹا! راضی ہوں"۔

"تم تو زرد ہو رہی ہو۔ آہ ماں! تم تو پہچانی بھی نہیں جاتیں۔ ماں۔ یہ کپڑے کیوں گندے ہیں۔ آہ ماں ——— نوجوان کی آنکھوں سے ایک بار پھر دریا اُمڈ آیا۔ اور ماں کے قدموں سے لپٹ کر بولا "ماں بتاؤ... ماں! ماں!!

... نوجوان کی آواز رُک گئی۔

ماں فوراً حواس درست کر کے بولی "پریم۔ میرے بیٹا پریم۔ ہوش میں آؤ دشانہ ہلا کر۔ میں راضی ہوں۔ میں خوشی سے بیہوش ہو گئی تھی"۔

پریم نے دبی آواز میں کہا "آہ۔ ماں! میں تمہیں اُس حالت میں دیکھ رہا ہوں جو میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھی"۔

"اُٹھو بیٹا۔ اُٹھو۔ دیکھو لوگ کیا کہیں گے"۔

نوجوان نے بمشکل اپنے آپ کو سنبھالا۔ ماں کو سہارا دیتے ہوئے موٹر کی طرف لایا۔ اور چندرہ کو روتا ہوا دیکھ کر پہچانتا ہوا بولا "ماں یہ چندرہ تو نہیں"؟

آہ بھر کر "ہاں بیٹا۔ یہ چندرہ ہی ہے"۔

"کیا موٹر کرائے کی ہے؟"

"نہیں بیٹا۔ اِس کی اپنی ہے"۔

پریم کی والدہ نے آہستہ سے کہا "تم کوئی ٹانگہ لے لو"۔

چندرہ نے یہ اشارہ سمجھ لیا۔ فوراً نزدیک جا کر مصنوعی استقلال سے بولی

"جب موٹر موجود ہے تو تانگہ کی کیا ضرورت ہے"؟
نوجوان نے چندرہ کی آواز سُن کر محبت سے کہا "چندرہ! راضی تو ہو؟
تم تو پہچانی نہیں جاتیں"۔
"ہاں پریم۔ مگر تم بھی تو پہچانے نہیں جاتے"۔
مسکرا کر۔ "ٹھیک ہے"۔
چندرہ نے ڈرائیور کو اشارہ کیا کہ قلیوں سے سب سامان لے کر
موٹر میں رکھ لے"۔
اس کے بعد چندرہ نے بابو کی طرف دیکھا۔ جو ذرا پرے کسی سے
باتوں میں مصروف تھا۔
پریم کی والدہ نے چندرہ کی طرف دیکھا اور مشکور ہو کر احسان مند انہ
لہجہ میں کہا "چندرہ تمہیں بڑی تکلیف ہوگی"۔
"آپ مجھے شرمندہ نہ کریں۔ یہ بھی کوئی تکلیف ہے"۔
نوجوان نے متبسم آنکھوں سے دیکھ کر کہا "سامان اور ہم سب اس
موٹر میں نہ جا سکیں گے"۔
"بیشک۔ ایک بار یہ سب سامان نہیں جا سکے گا۔ تو کوئی بات نہیں
دوبارہ لے جائیں گے"۔
"اس میں کوئی ہرج نہیں۔ میرے ساتھ میرا نوکر ہے۔ میں واپسی تک
موٹر کا انتظار کرونگی"۔
آہ ـــــ نوجوان نے غور سے اُس طرف دیکھا جس طرف چندرہ

نے نوکر کہتے ہوئے اشارہ کیا تھا +

اتنے میں اُس جنٹلمین نے بابو کو دیکھا اور پھر چندرہ کو مشتبہ نگاہوں سے سے دیکھنے لگا۔ مگر اُس نے جب دوسری بار اُس بابو کو دیکھا تو جھلا اُٹھا۔ اور دل میں کہنے لگا۔ یہ آدمی کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اگر یہ مالک کا خیر خواہ ہوتا تو ضرور مجھ سے ملتا۔ اور اسباب وغیرہ کے متعلق مدد دیتا۔ جس سے مالک کی عزت اور توقیر بڑھتی۔ برعکس اس کے یہ تو اتنی دُور کھڑا ہوا حاسدانہ نگاہوں سے دیکھ رہا ہے +

اُس کی پیشانی پر شکن اور آنکھوں میں حقارت کی سرخی تھی۔ ہونٹ زہر آلود تبسم کا اظہار کر رہے تھے +

یہ دیکھ کر اُس نوجوان کو بڑا رنج ہوا۔ مگر کسی خیال کے فوری آجانے سے رُک گیا۔ اور سوچا کہ میں ان معاملات سے آگاہ نہیں۔ مجھے اس کے برخلاف یکایک کوئی رائے قائم کر لینی مناسب نہیں۔ خود بخود حالات معلوم ہو جائینگے +

اس کے بعد جنٹلمین نے دوسری طرف جا کر جدھر چندرہ ڈرائیور کو حکم دے کر جا کھڑی ہوئی تھی۔ آہستہ سے کہا "چندرہ! اگر میرے باعث کوئی تکلیف ہو تو معاف کرنا" +

چندرہ نے حجابانہ نیچی نظروں سے اُس کی والدہ کی طرف دیکھا جو سامان کی دیکھ بھال میں مصروف تھی۔ اُسے دوسری طرف متوجہ دیکھ کر چندرہ نے آہستہ سے کہا "پریتم! کل ملو گے؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں" +

"تو کل ضرور میرے مکان پر آنا۔ مجھے تم سے کچھ کام ہے"۔

"بہت بہتر"۔

"بھول نہ جانا"۔

"نہیں نہیں۔ یہ بات بھولنے کی نہیں"۔

"تو پھر جاؤ ——— سامان سب موٹر میں رکھا گیا ہے۔ اور لوگ بھی اسٹیشن کی طرف سے آرہے ہیں۔ پھر بھیڑ ہو جانے سے موٹر کا نکلنا مشکل ہو جائے گا۔

اتنے میں اُس کی ماں نے آواز دی۔ "پریم آؤ"۔

پریم نے اپنے بٹوے سے پانچ روپے کا نوٹ نکال کر قلیوں سے کہا کتنے پیسے؟ پھر یکا یک نوٹ دے کر کہا۔ اچھا بانٹ لینا۔

ماں نے کہا "بیٹا پانچ روپیہ"؟

"ماں! پلیٹ فارم سے نکلنا بہت مشکل تھا۔ ان کا ہی کام تھا۔ جو مجھے اتنے ہجوم سے لے کر باہر آگئے۔ ورنہ بڑی دیر رکنا پڑتا"۔

نوجوان نے ایک بار بابو اور چندرہ کو پھر دیکھا اور موٹر میں سوار ہو کر بولا "چندرہ! مجھے رہ رہ کر آپ کی تکلیف کا خیال آتا ہے"۔

چندرہ نے لاپرواہی سے کہا "کوئی بات نہیں"۔

ڈرائیور نے چندرہ کی طرف دیکھ کر پوچھا "آپ یہیں ٹھہرینگی"۔

"ہاں تم شاہ عالمی دروازہ کی طرف سے جانا۔ ادھر خلقت بھی نسبتاً کم ہوگی"۔

"بہت بہتر" +

موٹر صاف سڑک پر تیزی سے جا رہی تھی ۔ پریم نے ماں سے دبی آواز میں پوچھا " ماں ! تمہاری حالت دیکھ کر مجھے تکلیف ہو رہی ہے ۔ یہ کیا معاملہ ہے " +

ماں نے آہستہ سے کہا " بیٹا ! گھر چل کر باتیں کریں گے " +

" کیا یہ موٹر چندرہ کی اپنی ہے " +

" ہاں ۔ اس کی اپنی ہے ۔ کیوں " +

" اِن کے پاس بہت دولت ہوگی ؟ "

" ہاں بیٹا ۔ کیوں نہیں ۔ آج کل دس بارہ لاکھ کی آسامی ہے " +

" کیا آپ سے علیحدہ ہونے پر کمایا ہے ؟ "

" نہیں ۔ پہلے بھی حالت اچھی تھی ۔ ہم تو ناتجربہ کاری سے مارے گئے اور پھر ہماری بیوقوفی " +

" ماں ! اِس کا باپ کہاں ہے " ؟

" وہ بھی مر گیا " +

" کیا وہ ... " +

" ہاں اُسے مرے آج تیسرا سال ہو گیا ہے " +

" پتاجی کے ایک سال بعد " +

" ہاں ۔ ایک سال بعد " +

" اور اِن کے کاروبار کو پھر کس نے سنبھالا " ؟

"خود چندرہ نے!"

تعجب سے:"کیا چندرہ خود کام کرتی ہے؟"

"ہاں بیٹا۔ حساب کتاب اس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ صرف مال وغیرہ کی حفاظت نوکروں کے ذمے ہے۔ انہیں میں سے ایک لڑکی اب بھی اس کے ساتھ ہے"۔

"خوب! بڑی دلیری کا کام ہے"۔

ایسے موقعہ پر دلیری عموماً آجاتی ہے۔ لوگ اسی سبب سے اسے دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ (آہستہ سے) نامعلوم کیا کرتی ہے۔۔۔!

پریم دبی آواز میں بولا"کیا اچھی۔۔۔نہیں؟"

"نہیں بیٹا ——— تم خود نہیں دیکھتے۔ یہ شریف لڑکیوں کے ڈھنگ ہیں۔ نہ شرم۔ نہ حیا۔ پرائے مردوں سے کھلے بندوں ملتے میں پرواہ نہیں کرتی"۔

نوجوان نے کہا"واقعی یہ امر تو ناپسندیدہ ہے۔ اس کو اس طرح بے حجاب نہ ہونا چاہیئے تھا۔ مگر ہاں! شاید وہ باطن میں اچھی ہو۔ اور آزادی پسند ہو"۔ رک کر"جس طرح ولایت میں عورتیں تجارتی کاروبار کرتی ہیں۔ اور مردوں سے زیادہ روپیہ کماتی ہیں"۔

"یہ بھی کوئی شرافت ہے۔ (آہستہ سے) اگر اپنے کاروبار کو ہی سمیٹے ہوتی تو معمولی بات تھی۔ اب تو اس کی دھوم مچی ہوئی ہے"۔

نوجوان سمجھ گیا اور دل میں اس بات کو جگہ دیتے ہوئے کہنے لگا۔ کہ

"اگر چندرہ کا کیریکٹر اچھا ہوتا تو اُسے اِس طرح نوکروں کے ساتھ اسٹیشن پر نہ دیکھا جاتا۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ میرا دل اُس کے مکان پر جانے کو کیوں مجبور کرتا ہے"۔

دو منٹ کے بعد اُس کے دل میں خیال گذرا کہ کل اُس کے مکان پر ملاقات کرنے سے سب حالات معلوم ہو جائینگے۔

پریم نے اپنی والدہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ماں! جب پتاجی کے مرنے کے بعد دوکان کا حساب بیٹھایا تو آپ کے حصّے میں کیا آیا تھا"؟

پریم کی والدہ آہِ سرد کھینچ کر بولی "خاک۔ آنا کیا تھا۔ اُلٹا دس ہزار دینا پڑا تھا"۔

حیرت سے "دس ہزار دینا پڑا"!

"ہاں ہاں۔ تمہارے پتا کے مرنے سے ایک مہینہ بعد چندرہ کے باپ نے آکر کہا "قرضخواہ بہت تنگ کرتے ہیں۔ بیس ہزار کا خسارہ ہو گیا ہے۔ اگر تمہارے پاس کچھ ہے تو دو۔ ورنہ دیوالے کی درخواست دے دی جائے گی"۔

اِس پر میں نے حیران ہو کر پوچھا "بجائے فائدہ کے نقصان"؟

یہ سُنتے ہی نوجوان کی چیخ نکل گئی۔ اور بے اختیار کہا "ہزار ہزار روپے کی روزانہ بکری اور نقصان"؟

رو کر "ہاں بیٹا۔ میں بھی تو حیران ہوں کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مگر اُس وقت تو میری سُدھ بُدھ ماری گئی تھی۔ میں نے شریف پتی کے نام کی بدنامی

اور ذلّت کو دیکھنا پسند نہ کیا۔ اور مکان اور زیورات کو فروخت کر کے چھٹکارا کرایا"۔

نوجوان کانپ کر بولا" مکان بھی بک گیا"؟

" تین سال سے سب کچھ . . . "

یہ الفاظ سنتے ہی نوجوان کے دل پر چوٹ سی لگی۔ اور بے اختیار روتا ہوا اُس کی طرف دیکھ کر بولا" ماں! پھر تم کس طرح سے گذارہ کرتی رہیں؟"

ماں نے بجائے جواب دینے کے گردن جھکالی۔ اور سسکیاں بھرنی شروع کیں۔ سمجھ دار بیٹے کے لئے اتنا جواب کافی تھا۔ فرطِ غم سے چیخ مار کر ماں کے قدموں سے لپٹ گیا اور اسی افسردگی سے بولا:۔

" ماں! میں نے آپ کو بہت تکلیف دی ہے۔ مجھے معاف کر دو۔ ورنہ مجھ پر آسمان ٹوٹ پڑے گا۔ ماں! میں نے اپنی جہالت سے تمہاری حالت کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ اور خرچ کے لئے کچھ نہ بھیجا۔ آہ۔ میرا کب بھلا ہوگا۔ میرا کب کلیان ہوگا"۔

ماں بیٹے کی زاری سُن کر ہوش میں آئی۔ مگر اُس کے دردناک لہجہ نے اُس پر رقّت طاری کر دی۔ اور زبان بند ہو گئی۔

" ماں! تمہارے دُکھ کا باعث میں ہوں۔ مجھے بددعا دو تاکہ میں اس پاپ گھور کا پھل پا لوں مجھ سے اب زندہ نہیں رہا جاتا"۔

ماں نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "بیٹا یہ کیا کہتے ہو"۔

آخروہ دن بیت گئے اب شکر کرنا چاہئے کہ پرماتما نے ہمیں پھر ملا دیا اور اب ہم خوش وخرم ہیں۔ اب ان باتوں کو چھوڑو۔ اوس مالک کا شکر کرو جس نے تمہیں اپنی والدہ سے ملا دیا اور تمہاری بدنصیب ماں اتنے دُکھ برداشت کرتی ہوئی بھی تمہاری محبت کی طفیل زندہ رہی ۔

دوسرا منظر

قرض خواہ

دوسرے دن پریم معہ اپنی والدہ کے ایک سربفلک عمارت کے اندر داخل ہوا۔ دہلیز سے گذرنے پر انہوں نے کسی کے پاؤں کی آہٹ سنی اور جب معلوم ہوا کہ کوئی جلدی سے غسل خانے میں داخل ہو گیا ہے تو اس کی ماں نے کسی کو باآواز پکارا :-

"شکنتلا!"

غسل خانے کی طرف سے آواز آئی "شکنتلا کوٹھے پر ہے" ۔

"کیا لالہ جی بھی اوپر ہی ہیں" ؟

"ہاں اوپر ہی ہیں" ۔

پریم نے والدہ سے پوچھا "ماں! یہ کون ہے؟"

"لالہ جی نے اب ایک اور بیاہ کیا ہے۔ اور یہ شکنتلا کی سوتیلی ماں ہے

"بہت خوب"۔ پریم نے حیرانی سے کہا اور اپنی والدہ کے ساتھ زینے پر چڑھنے لگا۔ چند ایک زینے طے کرنے پر وہ پہلی منزل میں پہنچکر ایک آراستہ کمرے میں داخل ہو گئے۔ اور دیکھا کہ ایک ادھیڑ عمر۔ مکروہ وضع شخص ٹین کی ایک میز پر بیٹھا ہوا ہے۔ ارد گرد نمساک۔ ہنڈیاں اور کئی ایک اسٹامپ کے کاغذ بکھرے پڑے ہیں۔ اُس کی آنکھیں خانہ چشم میں دھسی ہوئی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہ کوئی تپ دق کا مارا ہوا مریض ہے۔ کمزور ہڈیوں کا پنجر۔ جسم ناتوان۔ جس پر گوشت کا نشان نہ تھا۔ اور حساب کتاب میں اس قدر محو تھا گویا اُن کی آواز کو بھی نہیں سنتا اور پاؤں کی آہٹ اور التجائی نمسکار کی پرواہ نہیں کی +

جب نوجوان پریم نے محسوس کیا کہ انہوں نے میری طرف توجہ نہیں کی اور میں اس طرح کھڑا رہنا مناسب نہیں سمجھتا تو فوراً کمرے کے اندر داخل ہوکر اُن کے نزدیک جا پہنچا۔ اور تب اُس نے اُس کی طرف منہ اُٹھا کر حیرانی سے دیکھتے ہوئے بمشکل کہا "کہو بھائی!" اس کے بعد اُس نے اُسکی والدہ کی طرف تیوری ڈالتے ہوئے کہا "آپ کو کوئی ضروری کام ہے"؟

مسکرا کر۔ "ہاں۔ کیا آپ نے پریم کو نہیں پہچانا؟" +

اُس شخص نے حیرانی سے کہا "پریم"؟

جب پریم اُن کے قدموں کو چھو کر اونچا ہوا تو مدبرانہ انداز سے بولے "کہو بھائی راضی تو ہو۔ کب آئے؟"

"رات کو" +

"خوب - برخوردار! تم نے والدہ کا خیال بھی نہ کیا"۔

ندامت آنکھوں سے - "بیشک لالہ جی"۔

"تمہیں معلوم نہ تھا کہ تمہارے پتا فوت ہو چکے ہیں؟"

نوجوان نے سرد آہ کھینچکر کہا "پتہ تھا - مگر ایسی حالت کی توقع نہ تھی - کہ ان کو اپنا مکان اور موڑی مایا تک حوالے کر دینی پڑے گی مجھے پتا جی کی چٹھی سے یقین ہو گیا تھا کہ ان کی حالت بہت کچھ سدھر گئی ہے - اور وہ بہت جلدی مالدار ہو جائیں گے"۔

مسکرا کر - "بیشک خیال تو ایسا ہی تھا"۔

"مگر اس بے ایمان ساتھی نے سب کچھ سمیٹ لیا"۔

"بھئی ایسا کیوں کہتے ہو - وہ بیچارہ تو اب سورگ میں ہے ایسی برائی سے اپنے آپ کو پاپی نہ بناؤ"۔

وہ شخص قابل تعزیر تھا - اسے سزا ملنی چاہیئے تھی - مگر خیر - اب وہ زندہ نہیں ہے"۔

قطع کلام کر کے "نہیں - یہ تو بتاؤ تمہارے خیال میں واقعہ کیا ہے - کیا وہ بدنیت انسان تھا؟"

"بیشک ——— پتا جی کی وہ چٹھی میرے پاس موجود ہے - جو انہوں نے انتقال سے دو ماہ پہلے لکھی تھی - جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ ہماری دوکان کی بکری بیس ہزار روپیہ ماہوار کے قریب ہے - اور ہم تین پائی فی روپیہ سے کم منافع نہیں نکالتے - پھر اس پر طرہ یہ کہ انہوں نے مجھے بھی جلد واپس آنے پر

مجبور کیا اور لکھا کہ تم ولایت کی نسبت انڈیا میں اچھی آمدنی کر سکتے ہو اور اب ہمارا کام ترقی پر ہے۔ اب ہمیں اِدھر اُدھر نہ رہنا چاہیئے۔ نیز چونکہ انہوں نے اپنی علالت طبع کا بھی احوال لکھا تھا۔ کہ نہ معلوم میں کتنی مدت تک رو بصحت ہو سکوں تم چلے آؤ۔ مگر میرا یونہی کسی مجبوری سے آنا نہ ہو سکا اور اِدھر کی یہ حالت ہو گئی"۔

لالہ صاحب اُس کی باتوں سے غیر متأثرانہ انداز میں بولے "یہ بیوپار ہے انسان برسوں امیر رہتا ہے منٹوں میں فقیر ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے انہوں نے کوئی ایسا سودا خرید کیا ہو جس میں خسارہ ہو گیا ہو"۔

"نہیں لالہ جی میں نے تم انداز ہ لگایا ہے وہ بات اور تھی۔ خیر در رُخ بدل کر اب ہم کو اس قصّہ سے سروکار نہیں۔ اب ہم کو اپنی حالت بہتر بنانا ہے اور وہ آپ کے زیر اثر ......

لالہ صاحب مصنوعی تبسم سے بولے "۔ تو میں حاضر ہوں میرے لائق کوئی خدمت کہئیے"۔

"اوّل میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ نے میری والدہ کی بر موقع امداد کی ہے اگرچہ اس سے آٹھ حِصّہ مال قبضہ میں ......

لالہ صاحب نادم سے ہو گئے۔

وہ پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا "اور اب سب سے ضروری امر یہ ہے کہ آپ اپنی رقم معہ سود آج تک جتنا حساب بھی بنتا ہے۔ وصول کر لیں اور ہمارا مال جو آپ کے پاس رہن ہے واپس عنایت فرما دیں"

بات کاٹ کر ظاہری وقار سے لالہ جی نے کہا "سب سامان موجود ہے جس وقت حکم دو پہنچا دیا جائے ۔ ہاں یہ تو بتاؤ تم وہاں کیا کام کرتے رہے؟"

"پہلے تو محنت مزدوری کے سوائے کوئی کام نہ تھا ۔ مگر کچھ عرصہ بعد ایک دو ٹھیکے مل گئے جس سے میری حالت سدھر گئی"

چونک کر "کس قسم کا ٹھیکہ تھا؟"

"ایک باغ میں پھول توڑنے کا جس میں ۵۰ مزدور کام کرتے تھے"

"پھول ... اور پھر کیا کچھ کمایا؟"

"یہی ... ۱۵ ہزار روپیہ"

"اچھا ۔ پھولوں کے ٹھیکے ہیں!"

"کما تو بہت تھا اگر دو چار ایسی وجوہات پیش آئیں جس سے نقصان اٹھانا پڑا لیکن دوسری جگہ سے بلا مشقت روپیہ ہاتھ لگ گیا"

تعجب سے "اچھا اب کتنا روپیہ ساتھ لائے ہو؟"

"۵۰ ہزار"

شفیق مسکراہٹ سے "مبارک! مبارک! اب پریم کی ماں کی بات دیکھ کہ تمہارا لڑکا بڑا ہوشیار ہے ۔ خوشی مناؤ خوشی میں نہ کہتا تھا ۔ پریم جیتا رہے بہت امیر ہوگا"

پریم نے سر جھکا کر تسلیم کی

پریم کی والدہ نے کہا "ذرا دو چار آدمیوں کے بیچ چڑھ گیا ہوتا ورنہ کہتا ہے اس وقت میرے پاس دو لاکھ سے زیادہ رقم ہوتی"

"اچھا۔ تو ان آدمیوں سے میل ملاپ کیوں۔ کیا ؟"

"کہتا ہے وہ ہندوستانی ہی تھے۔ مجھے اُن کے حالات معلوم نہ تھے کہ یہ لوگ بدسیرت ہیں۔ اور اپنے ملک کو ناجائز طریقے سے آزاد کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔ اور اُن کے ظاہری پلال سے یہ اپنے آپ کو ترقی پر نہ لے جا سکا"۔

"وہ بھی خوب آدمی تھے۔ بھلا وہ اُدھر جا کر کن خیالات کا اظہار کرتے تھے ؟"

پریم نے کہا "اُن کا خیال تھا کہ امریکہ سے اسلحہ جات لے جائے جائیں۔ اور ہندوستان میں انقلاب پیدا کیا جائے"۔

کانپ کر "لعنت ہے ایسے پاجیوں پر جو اس قسم کے مفسدانہ خیال رکھیں"۔ جب مجھے اُن مفسدہ پردازوں کے خیالات کا علم ہوا تو میں نے اُسی دن سے اُن سے ملنا چھوڑ دیا۔ اور نہ معلوم طور سے ایک جہاز پر سوار ہو گیا"۔

"کیا اب وہ ولایت میں ہی ہیں ؟"

آہستہ سے "آہ نہیں" ؟

لالہ صاحب اُس کا منہ دیکھنے لگے۔

پریم نے پھر کہا "ایک دن جہاز پر ٹہلتے ہوئے میں نے دیکھا۔ کہ وہ سب کے سب اُسی جہاز میں سوار ہیں۔ اُنہیں دیکھ کر میرے رنج و تعجب کی انتہا نہ رہی"۔

دلچسپی کے انداز میں "پھر ؟"

"پس میں نے اُن کے نزدیک آنے پر حقارت سے پوچھا "تم کب سوار ہوئے تھے؟"

اُنہوں نے ہنس کر جواب دیا۔ جب تم سوار ہوئے تھے"۔
میرے سینے پر سانپ لوٹنے لگے۔ مگر میں نے توصلہ کر کے سکوت سے پوچھا "تم اپنے ارادے میں کامیاب ہوئے یا نہیں"۔ تو اُنہوں نے کہا نہیں۔ کیونکہ امریکہ کی گورنمنٹ کو شبہ ہو گیا تھا"۔ میں نے یقین کر لیا اور سمجھا کہ یہ قدرت کا انصاف ہے۔ اور پھر معمولی ملاقات کے بعد میں نے اپنے آپ کو پنڈت صاحب کے حوالے کر دیا"۔

لالہ صاحب جلدی سے بولے "کون سے پنڈت صاحب؟"

"آپ نہیں جانتے۔ جو رات کو میرے ساتھ ہی آئے ہیں۔ لاکھوں آدمی استقبال کو گئے تھے"۔

"جانتا کیوں نہیں۔ وہ تو ہمارے رشتہ دار ہی ہیں"۔

"مگر میرا اُن سے اختلاف ہے۔ اس لئے میں اُن سے ملنا پسند نہیں کرتا"۔

"بڑی وجہ فرض اور دل کی ہے۔ آپ فرض نہیں جانتے اور نہ محسوس کرنے والا دل رکھتے ہیں۔ اس لئے اختلاف . . ."

لالہ صاحب جھجکتی نگاہوں سے دیکھ کر بولے "پریم! وہ آدمی ضرور نیک ہیں"۔

پریم نے جلدی سے کہا "کس بات میں آپ نے انہیں ایسے الفاظ میں یاد کیا؟"

"کہ وہ گورنمنٹ کا دشمن ہے" +

"ہنس کر۔ نہیں۔ آپ کا خیال غلط ہے۔ میں نے اُن کی صحبت میں رہکر دیکھا ہے کہ وہ انگریزوں کے سچے دوست ہیں۔ مگر اُن میں خوشامد کا مادہ نہیں وہ حق پرستی کو زیادہ پسند کرتے ہیں" +

لالہ صاحب چلا کر بولے "تو پھر وہ بھاگ کیوں گیا تھا۔ کیا اُس کے پاس کھانے کو نہ تھا؟"

کھانے پینے کی تو اُسے پرواہ نہ تھی۔ مگر میں نے سُنا ہے کہ وہ حکام کی نازیبا حرکتوں سے مصلحت سمجھ کر بھاگ گیا تھا" +

"اچھا جانے دو۔ ہم نے کیا لینا ہے۔ مزے لینے۔ ان باتوں میں کیا پڑا ہے۔ اپنی اپنی حالت کو دیکھنا چاہئے زمانہ بُرا ہے" +

لالہ صاحب پھر رُک کر بولے "ادھر کئی بے گناہ پکڑے گئے۔ اور نامعلوم ممالک کو بھیج دیئے گئے۔ کیا وہ آدمی نہ تھے۔ ہم سے زیادہ امیر اور سمجھدار تھے۔ مگر اُن میں یہی غلطی تھی۔ کہ کسی کو دھیان میں نہ لاتے تھے اور گورنمنٹ کو کھری کھری سُناتے تھے" +

"ہاں یہی تو ایک بات ہے جو ایسے فرشتہ خصلت انسانوں کو باغی بناتی ہے۔ ورنہ وہ اب تک راجہ بہادر یا کونسل کے ممبر ہوتے" +

لالہ صاحب نے کہا "بیٹا تم اپنی حالت کو دیکھو۔ میں تمہیں نصیحت کے طور پر کہتا ہوں۔ ایسی باتیں بعد میں بہت رنج دیتی ہیں۔ اپنی بوڑھی ماں کا خیال کرو۔ اور شریف بن کر گھر میں رہو" +

پریم کی والدہ نے بھی تاکید کی اور لالہ صاحب کو آہستہ سے کہا " یہ آپ کے ہی سپرد ہے۔ آپ ہی اس کو کسی اچھے کام پر لگادیں۔ میں تو کہتی ہوں۔ یہ روپیہ سب سودی چڑھاوے اور خود کسی دفتر میں نوکری کر لے "۔

لالہ صاحب نے جذبات توڑنے والی نگاہ سے دیکھ کر کہا " یہ بھی بہت اچھا ہے۔ مگر اس کی طبیعت تو آزاد پیشہ اختیار کرنا چاہتی ہے اس کو کوئی کام ہی شروع کرادو۔ اور . . .

یکایک لالہ صاحب کچھ کہتے کہتے رک گئے۔

پریم کی والدہ نے کہا " اس کی شادی کا بھی انتظام کرنا ہے "۔

لالہ صاحب کے گویا دل کی کہی۔ وہ مطمئن آواز میں بولے " ہاں اب اس کی شادی کا بندوبست کرنا چاہئیے۔ اور بوڑھے ہو کر تھوڑا ہی کرنی ہے۔ پھر یکایک کسی خیال سے رک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ اور آہستہ سے پریم کی والدہ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے " اچھا شادی کے لئے میں تمہیں کچھ روپئے دونگا ۔۔۔۔۔۔۔ سنا۔ کل تک کسی سے ذکر نہ کرنا اور سامان وغیرہ جو تمہارا ہمارے پاس پڑا ہے۔ اُسے آج نہیں تو کل رات کو تمہارے مکان پر بھیج دیا جائیگا "۔

پریم کی والدہ مسرت سے بولی " لالہ جی! اگر آپ اپنے ہی قدموں میں لگالیں تو اور کیا چاہئیے "۔

" اچھا ۔۔۔۔۔۔ اب تم دل ہی میں رہنے دو۔ اور جاؤ۔ میں کل تک سوچونگا "۔

پریم اور اُس کی والدہ اُٹھ کر چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لالہ صاحب متجسس نگاہوں سے نوجوان پریم کی طرف دیکھ کر اُس کی ماں سے کچھ بولے۔ نوجوان جلدی سے پہلے ہی سیڑھیوں سے اُتر گیا تھا۔ عورت نے نزدیک ہو کر کہا "بڑا بھلا مانس ہے۔ رات کو میرے قدموں سے چمٹ چمٹ کر معافیاں مانگیں اور گھر میں جا کر جب سنسان دیکھی تو بیہوش ہو گیا"۔

"اچھا اسے اب تم بھی جا کر سمجھانا۔ کہ انگریزوں کے خلاف کوئی بات اپنے منہ سے نہ نکالے اور نہ کسی دوست سے کوئی تذکرہ کرے"۔

"میں سب کچھ سمجھا دوں گی۔ آپ بے فکر رہیں"۔

"اچھا۔ ۵ ہزار نقد ۔ ۔ ۔ اور کیا لایا ہے"۔

"سات آٹھ ٹرنک اور بیگ کپڑوں کے بھرے ہوئے نفیس سامان اور ولایت کی اچھی اچھی سوغاتیں"۔

منہ میں گنگنا کر "لڑکا سمجھ دار ہے (آہستہ سے) جیسا وہ کہتا ہے اگر وہ بدمعاش اُس کی ترقی میں مزاحم نہ ہوتے تو ضرور آج وہ دو لاکھ روپیہ ہمراہ لاتا"۔

حسرت سے "ہاں ضرور لاتا" ——— کہتا تھا اِن چھ سال کے عرصہ میں میں نے ۲۰ ہزار سے زیادہ روپیہ لوگوں کو یونہی کھلا دیا ہے۔ جو وہاں غریب اور محتاج تھے۔

"کیا فائدہ تھا؟"

لالہ صاحب چمک کر بولے "۔ اُس پادری نے جو تیس ہزار روپیہ مُتی دفعہ

اس کے نام وصیت کیا تھا۔ کیا وہ بھی لے آیا ہے؟"

"ہاں۔ وہ بھی اس کو مل گیا ہے"۔

"کہتے ہیں وہ لوگ عیسائی کر لیتے ہیں"۔

"ہاں۔ کہتا ہے۔ وہ مجھے بھی کہتا تھا کہ اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو میں تمہیں سب جائداد دے دونگا۔ مگر پریم نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ البتہ اس کی خدمت بہت کی"۔

"اسی کا صلہ تیس ہزار روپیہ ہے۔ ورنہ یہ بھی نہ ملتا"۔

"ہاں یہی سمجھنا چاہئے"۔

"اچھا تم میری بات کو بھول نہ جانا میں گھر میں صلاح کرونگا اور کل تک تم کو جواب دونگا۔ تم انتظار کرو اور اپنے لئے کوئی مکان بھی خرید لو"۔

"ہاں۔ مکان تو لینا ہی پڑے گا۔ میری صلاح تو یہ ہے کہ لاچی شاہ والا جو کونے پر ہے وہ لے لوں"۔

"مسکرا کر۔ اتنا بڑا کیا کرو گی۔ کوئی دس بارہ ہزار روپے کا لے لینا۔ وہ تو بہت داموں کا ہے"۔

"جیسا آپ مناسب سمجھیں اور جو تجویز کریں۔ میں کرونگی"۔

"اچھا۔ اس کے متعلق بھی کل ہی سوچیں گے۔ اب جاؤ"۔

پریم کی والدہ نیچے اتر آئی۔ دیکھا پریم چبوترے پر بیٹھا اس کا انتظار کر رہا ہے۔ اس نے اچانک سامنے مکان کے اندر کسی لڑکی کو اسکی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پایا۔ مگر اس نے فوراً ہی رخ بدل کر نوکر سے کسی کو

آوازیں دینی شروع کیں ٭

ان دونو نے اُدھر دیکھا اور نیچے اُتر آئے ٭

تھوڑی دور جانے پر پریم نے ماں سے پوچھا۔ "ماں! اس کی صلاح کس معاملہ میں لینی ہے؟"

"میرے خیال میں وہ شکنتلا کے لئے ..."

"ماں! یہ آدمی کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ میرا دل اس سے بولنے تک کو نہیں چاہتا۔ جس نے آپ سے ۲۰۰ روپیہ کی رقم پر ۴۰۰ روپیہ سود لگا لیا۔ اور برتن تک گرو رکھ لئے" ٭

آہ بھر کر۔ بیٹا! اب ان باتوں میں کیا دھرا ہے۔ اپنا وقت نبھانا تھا نبھا لیا۔ اب شکر کرنا چاہئے" ٭

"مگر ایسے انسان پر تو لعنت بھیجنی چاہئے جس نے کپڑے اور برتن تک گھر سے اٹھوا لئے" ٭

"بیٹا! اُس کا کوئی دوش نہیں۔ ہماری قسمت ہی ایسی تھی۔ اب اس کو بُرا بھلا کہنا فضول ہے۔ اب شکر کرو کہ وہ اتنا بڑا ظالم ہونے کے باوجود ہم پر خوش ہے اور شاید تمہیں اپنی لڑکی بیاہ دے" ٭

"ماتا وہ مجھ پر خوش نہیں بلکہ میری دولت پر خوش ہے۔ خیر۔ آپ جو چاہیں کریں مجھے کوئی عذر نہیں مگر مجھے دل میں ضرور غصہ رہیگا۔ کہ اس نے ایک مصیبت زدہ عورت کو اپنی چالبازیوں سے اور تنگ کر دیا" ٭

"میں تو اس کی ممنون ہوں۔ خواہ تمہیں اس کا اعتراف ہو یا نہ ہو اُس نے

تو میری ہر موقعہ اللہ کی اور فاقوں مرنے سے بچایا"۔

" اچھا تو سب سے قابل غور بات یہ ہے کہ شکنتلا تو ابھی چھوٹی لڑکی ہی ہوگی ؟"

مسکرا کر" چھوٹی ہوگی! ارے وہ تو چندرہ سے بھی سر نکالتی ہے۔ تم نے شاید دیکھی نہیں ؟"

تعجب سے" ماتا! بڑے تعجب کی بات ہے۔ چھ سال کے قلیل عرصے میں وہ اتنی بڑھ گئی۔ میں تو بڑا حیران ہوں وہ جب ہمارے مکان میں کھیلنے آیا کرتی تھی تو اُسے ہوش بھی نہ تھی"۔

" اب تم جس وقت چبوترے پر بیٹھے تھے تو وہ سامنے مکان میں تھی تم نے دھیان نہیں کیا۔ اب تو وہ پوری عورت معلوم ہوتی ہے"۔

فرطِ جوش سے۔ ماں! کیا وہی شکنتلا تھی۔ پرماتما! تیرے کھیل بھی عجیب ہیں"!

ہنس کر" حیران کیوں ہوئے جاتے ہو۔ اسے کھانے پینے اور پہننے کے تھوڑے سُکھ ہیں۔ نہ فکر نہ فاقہ۔ ایسی حالت میں لڑکیاں کیوں نہ بڑھیں۔ نہ بڑھنا تو بدقسمت غریبوں کے لئے ہے۔ جن کے جسم میں طاقت نہ آنکھوں میں نور"۔

" ٹھیک ہے۔ ماتا! تم درست کہتی ہو۔ زندگی بھی امیروں کے لئے ہی ہے"۔

اتنے میں پیچھے سے کسی کے بوٹ کی کھٹ کھٹ سُنائی دی۔ پریم نے

مڑ کر دیکھا تو وہی لڑکی آرہی تھی۔ جو اُسے لالہ صاحب کے مکان کے چبوترے پر بیٹھا دیکھ رہی تھی۔ اُس کی آنکھیں وفورِ مسرت سے چمک رہی تھیں اور رخسار سیبِ سمرقند کی طرح سُرخ ہو رہے تھے ؀

نوجوان پریم نے فوراً ہی آنکھیں دوسری طرف کر لیں اور اپنے دھیان میں چلنے لگا ؀

اُس لڑکی نے جس کے بہت پیچھے ایک بوڑھی عورت کتابوں کا بستہ اٹھائے آرہی تھی تیز ہو کر پُرسحر انداز میں چلّا کر کہا "پریم! اب تو شکنتلا سے بولتے بھی نہیں" ؀

دونوں نے رُک کر ایک دوسرے کو ہنستے ہوئے دیکھا اور پریم کی والدہ نے جلدی سے اُس کے قریب جا کر کچھ کان میں کہا۔ اُس نے فوراً بھیگی بلی کی طرح گردن جھکالی اور دوسری طرف سے ہو کر آگے نکل گئی ؀

پریم سمجھ گیا کہ ماں نے کہا ہوگا۔ شکنتلا اب اس کا نام لے کر نہ پکارا کرو ؀

تیسرا منظر

پریم اپنے مکان کے نزدیک پہنچکر اپنی والدہ سے بولا "اگر آپ اجازت دیں تو میں سردار کشن سنگھ سے مل آؤں"!

ماں نے ہنس کر کہا "بیٹا اُدھر جاؤگے تو دیر نہ لگانا۔ کیونکہ اُس کے گھر میں گند پڑا ہے"۔

پریم اس کا مطلب نہ سمجھا تاہم بولا "میں صرف مل کر آجاؤنگا"!

یہہ کہکر پریم چلا گیا۔ بازار میں آکر دیکھا شکنتلا ابھی موٹر کی انتظار میں کھڑی ہے۔ پریم نے اُس کے نزدیک جاکر آہستہ سے کہا "شکنتلا تم نے تو مجھے پہچان لیا تھا مگر میں نے . . . ."

اچھا۔ اُس نے مسکرا کر دوسری طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ مگر فوراً ہی زرد ہو کر بولی "آپ ذرا پرے ہو جائیں۔ میرے سکول کی موٹر آرہی ہے"!

وہ حکم کی تعمیل کرتا ہوا آگے نکل گیا۔ اور ایک کرایہ کا ٹانگہ لے کر سوار ہونے لگا۔ معاً ایک شخص نے ظاہری تبسم پر تعظیم سے کہا "بابو پریم چند"!

پریم نے مڑ کر دیکھا اور پُرجوش لہجہ میں کہا:۔

"آیئے جناب! کیا حال ہے؟"

"کرپا ہے"!

"فرمائیے میرے لائق کوئی کار خدمت؟"

سکوت سے "۔آپ کو انہوں نے یاد فرمایا ہے" ٭

پریم نے اُس شخص کو جلدی سے کہا "تو جلد چلئے" ٭

ہمارے ناظرین جانتے ہیں یہ وہ ہی شخص ہے ۔جو چندرہ کے ساتھ کل موٹر پر سوار دیکھا گیا تھا اور اب اپنی مالکہ کے حکم سے اس کو بلانے آیا تھا کیونکہ چندرہ نے پریم کو آنے کے لئے تو کہا تھا ۔مگر اُس نے جب گھر میں جاکر سوچا تو خیال آیا کہ وہ تو ہمارے گھر کو ہی نہیں جانتا ۔تو آئے گا کیونکر؟ اِس لئے اُس نے اپنے نوکر کو بھیجا کہ اُسے ہمراہ لے آئے ٭

اُس شخص نے اپنی موٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ موٹر کھڑی ہے ۔تانگہ رہنے دیں" ٭

"چلئے" ٭

پریم اُس کے ساتھ جاکر موٹر میں سوار ہو گیا ۔اُسی وقت ایک اور موٹر وہاں آکر رُکی جسمیں ۱۰-۱۲ لڑکیاں سوار تھیں شکنتلا بھی اُسی موٹر میں سوار ہو گئی ٭ پریم نے چندرہ کے ملازم کی طرف دیکھا ۔وہ محبت بھری نظروں سے شکنتلا کو دیکھ رہا تھا ۔اور پریم کی طرف سے بالکل لاپرواہ ہو گیا تھا حتیٰ کہ اس موٹر کے پیچھے ہی ان کی موٹر بھی جانے لگی ۔ وہ بابو اپنی مکروہ اور نازیبا حرکات سے پریم کے دل میں خنجر رقابت بھونک رہا تھا اور اُس نے ڈرائیور سے نامعلوم لفظوں میں کچھ کہا ۔اُس نے اُس موٹر کے مقابل میں موٹر کرتے ہوئے آگے نکال لی ۔پچھلی آئینے سے جھانک کر اُس نے لڑکیوں

کو دیکھنا شروع کیا ؛

پریم تو اُسے پہلے ہی بدسیرت خیال کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ ایسے شخص سے چندرہ جیسی حسین و مہ جبین ۔ نازک اندام ۔ شوخ چشم عورت کس طرح باعِصمت رہ سکتی ہے ۔ مگر اب اُس کا شک یقین سے بدل گیا اور وہ بے چینی سے سوچنے لگا کہ اس کی ہمراہی سے شکنتلا کے دل میں میرے کیریکٹر کے متعلق کیا خیالات پیدا ہوتے ہونگے ۔ آہ یہ کیسا انسان ہے جسے کسی شریف آدمی کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی شرم محسوس نہیں ہوتی ۔

مگر جب موٹر بہت سے چکر کاٹتی ہوئی اُس کے ساتھ ہی جاتی رہی اور اُس موٹر کو سکول میں داخل کر کے واپس لوٹی تو اُس نے نہایت نفرت آمیز لہجہ میں کہا "آپ تو اُسی بازار میں آر ہے ہیں جدھر سے گئے تھے" ؟

"ہاں ! کچھ کام تھا ۔ میں نے سوچا وہ بھی کرتا چلوں مگر وہ شخص ملا نہیں" ؛

حیرانی سے "۔ مگر آپ اُترکر بھی تو نہیں گئے" ؛

"نہیں ۔ بیٹھے بیٹھے دیکھ لیا ۔ اُس کی دوکان بند تھی" ؛

"جھوٹ بالکل جھوٹ ۔ آپ اپنی ناشائستہ حرکتوں سے دوسروں کو ذلیل کرتے ہیں" ؛

وہ جھلّا کر بولا "کیا آپ ہم کو بدمعاش سمجھتے ہیں" ؟

"سمجھنا تو الگ رہا یقین ہے ۔ اگر مجھے پیشتر معلوم ہوتا کہ تم اس طرح کے بدضمیر ہو ۔ تو میں کبھی تمہارے ساتھ نہ ہوتا" ؛

اُس نے جوش کے ساتھ پریم کے بازو پر ہاتھ رکھ کر کہا "تو مہربانی کر کے

نیچے اُتر جائیے"۔

پریم نے جھٹکا دے کر کہا "بدمعاش! ہاتھ پیچھے کر۔ ورنہ آنکھیں نکال دوں گا"۔

"ڈرائیور! موٹر روک کر اِسے باہر نکال دو"۔

پھر اُس شخص نے تحکمانہ انداز میں کہا "مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ اِس طرح کا اہلِ مطلق ہے"۔

پریم غضبناک ہو کر بولا "او شیطان کے بچے ٹھیر جا۔ میں تیری گت بنا کے نہ چھوڑوں تو مجھے بھی آدمی نہ کہنا"۔

پریم نے موٹر رُکتے ہی اُس کو نیچے گھسیٹ لیا۔ اور بازار میں کھڑا کر کے ایک مُکّا اُس کے منہ پر رسید کیا۔

اُس نے ہائے کہکر منہ پکڑ لیا۔ اور ڈرائیور کی طرف دیکھا۔

مگر ڈرائیور نہ اُترا بلکہ طنزاً مسکرا دیا۔

پریم نے ڈرائیور کو دھمکایا اور کہا "اگر حمایت ہو تو آ جاؤ"۔

بابو سنبھل کر اُس کے گھٹنے پکڑنے لگا۔ مگر اُس نے بوٹ کی ایک ٹھوکر سے پرے ہٹا دیا اور جوش سے کہا "بدمعاش معافی مانگ۔ ورنہ تھانہ میں رپورٹ کرتا ہوں کہ تم نے شریف لڑکیوں کو مذاق کیا ہے"۔

اِس جملہ سے وہ لرز اُٹھا۔

اتنے میں ڈرائیور نے نیچے اُتر کر کہا "جناب! آپ ہی جانتے ہوں۔ بہت ہو گئی ہے۔ اب سوار ہو جئیے اور چلئے"۔

پریم خاموش اُس کا منہ دیکھنے لگا۔ ڈرائیور نے اپنے مفتوح ساتھی کو سہارا دے کر موٹر میں سوار کیا۔ اور آہستہ سے کہا "میں نے نہ کہا تھا۔ کہ اُن کا تعاقب نہ کرو"۔

اُس نے کہا"۔ اسے بھی سوار کر لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ چندرہ کے سامنے جاکر تمام کیفیت بیان کردے"۔

ہنس کر "اب سیدھے راستے آئے۔ پہلے نہیں مانتے تھے"۔

ڈرائیور نے پریم سے بمنت کہا "اب آپ غصہ تھوک دیں۔ بابو صاحب سے غلطی ہوگئی ہے"۔

"نہیں۔ میں پیدل ہی جاؤنگا۔ مجھے مکان کا پتہ بتا دو"۔

عاجزی سے "نہیں۔ آپ ہم کو معاف کردیں۔ ہم دونوں معافی مانگتے ہیں۔ آؤ آؤ۔ پیدل کیوں جانا ہے"۔

پریم غصہ کو بمشکل ضبط کرکے موٹر پر سوار ہوا۔ راستہ میں ڈرائیور نے پریم سے التجا کی کہ آپ اِس واقعہ کو چندرہ سے بیان نہ کریں۔ اور یہاں کی بات یہیں چھوڑ دیں۔

بابو بھی سیدھے منہ بات کرنے لگ گیا۔

موٹر چل دی۔

چوتھا منظر

چندرد اپنے مکان کے پچھلے حصہ کے ایک آراستہ کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی اور ہاتھ میں ایک ہندی کا رسالہ پکڑا ہوا تھا۔ مگر انتظار میں کسی کی فرقت کی گھڑیاں گن رہی تھی۔ اور ایسی بے صبری سے جس میں عزقت کو نمایاں دخل ہو کسی کی آہٹ پر کان تھے۔ قریباً ۱۵ منٹ کے عرصہ کے بعد اُس کے مکان کے قریب کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ تو وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ مگر وہ آواز لمحہ بعد پرے چلی گئی۔ وہ مایوس ہو کر پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھی۔ پھر دس منٹ کے بعد کسی نے مکان میں داخل ہو کر اضطراب کو کم کیا۔ اُچھلتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی تو یکلخت مُردوں کی طرح زرد ہو گئی۔ قریب تھا کہ وہ اُسی سرعت سے واپس چلی جائے لیکن آنے والے نے عاجزی سے کہا۔

"بی بی جی بابو کہاں ہے؟"

"چلو آتا ہے"۔

"میں اطلاع دینے آیا تھا کہ امرت سر سے بیوپاری آیا ہے"۔

"بہت اچھا"۔

آنے والا کہہ کر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک ہرکارہ آیا جو چٹھیاں لیٹر بکس میں ڈال کر چلا گیا۔

اور اس کے بعد جب وہ پریشانی کی حالت میں سو رہی تھی تو کسی نے آکر آواز دی"۔ بالو پریم چند آئے ہیں۔ اب کیا حکم ہے"؟

"اچھا ——— تم دوکان پر جاؤ۔ امرت سر سے بیوپاری آئے ہیں منشی کہہ گیا ہے"۔

چندرہ نے یہ الفاظ مردہ اور نرم آواز میں کہے مگر جب وہ کمرہ سے باہر نکل گیا تو کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھ کر حیرانی سے بولی:۔

"پریم آجاؤ"۔

پریم گلی میں کھڑا ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں خانہ چشم میں دو مشعلیں معلوم ہوتی تھیں۔ اور اُس وقت کسی گہری گھبراہٹ میں پایا جاتا تھا۔ جب اُس نے چندرہ کی آواز سُنی تو مکان کے اندر داخل ہوا چندرہ کمرے سے نکل کر استقبال کو بڑھی اور ہنستی ہوئی بولی:۔

"باہر کیوں کھڑے ہو رہے تھے"؟

"تمہارے نوکر کے حکم سے"۔

چندرہ نے ملامت آمیز انداز میں کہا۔ "بڑا بیوقوف ہے۔ میں نے تو اُسے حکم دے رکھا تھا کہ اگر میں اوپر ہوئی تو تم انہیں اس کمرے میں لاکر عزت سے بٹھانا"۔

پریم اُس وقت کچھ کہا ہی چاہتا تھا کہ اُس کی بھولی صورت دیکھ کر رُک گیا اور ایک سراغرسانہ نگاہ سے کمرے کی ایک ایک چیز کو دیکھنے لگا۔ کمرے کی دیواروں پر ہندو بزرگوں کی تصویریں سُنہری فریموں میں لٹک رہی

تھیں۔ الماریوں میں بہت سا ذخیرہ ہندی کتب کا سجا ہوا تھا اور سارے کمرے میں ایک کرسی کے سوا کوئی چیز بیٹھنے کو نہ تھی۔ وہ خیال جو چندرہ کی نسبت اُس کے ذہن نے اختراع کئے تھے اور دل پر یقینی صورت لے چکے تھے تھوڑی دیر کے لئے عنقا ہو گئے۔ اور وہ بُت کی طرح حیران ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگا +

اُس کی بھولی بھالی صورت۔ متبسم چہرہ اور مظلومانہ آنکھیں ایک سنگ دل کو دردِ دل کے لئے آمادہ کرتی تھیں۔ اور ایسی صورت کو جو اُس وقت اُس کے سامنے پیش تھی پہلے دن سے بہت مختلف ______ آہ اُس وقت اُس کی شوخ چشمی۔ آزاد گفتاری اور بیباکی نے اُس کے دل پر ایک عجیب اثر کیا۔ مگر اب کی سادہ وضع۔ نازک ہاتھ اور سپاہیانہ چھاتی نے اُسے معبود کے درجے تک پہنچا دیا۔ اور وہ عابدانہ چشموں سے جن میں عقیدت کے ڈورے موجود تھے اُس کی طرف دیکھا کیا۔ وہ تو ایک دوسرے کے محوِ جمال اور عجیب الحال کھڑے تھے۔ اور کسی کو اپنے تن بدن کی سُدھ بُدھ نہ رہی تھی +

آخر چندرہ نے قدموں کو لڑکھڑانے سے بچا کر دیوار کا سہارا لیا اور بمشکل بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تشریف رکھئے" +

پریم کو اُس کی آواز ایسی معلوم ہوئی گویا کسی نے اُسے خواب پریشان سے بیدار کر دیا ہو وہ حواس درست کرتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا +

چندرہ نے سلسلہ کلام یوں شروع کیا۔ "میں نے خیال کیا تھا آپ کو

مکان کا پتہ نہیں اِس لئے آدمی کو بھیجدیا"۔

"بڑی مہربانی کی مگر اتنی جلدی بھی کیا تھی"۔

لمحہ بھر سکوت سے "محض اس لئے کہ آپ کو مکان کا پتہ لگ جائے۔ اور اگر مناسب سمجھیں تو آج اِدھر ہی . . ."

مسکرا کر "میں سمجھ گیا ——— آپ نے صبح ہی صبح کیوں آدمی کو بھیج دیا"۔

چندرہ مسکرائی اور حجابانہ بولی "کیا اگر میں آج آدمی نہ بھیجتی تو آپ نہ آتے؟"

"آنا تو ضرور مگر تھوڑی دیر کے لئے۔ کیونکہ دو چار دن مجھے کام رہتے ہیں"۔

افسردہ شکل سے "آپ کو کسی پر ترس بھی نہیں آتا"؟

چندرہ یہ بات کہنے کو تو کہہ گئی مگر آنکھیں چار نہ کر سکی۔ دروازہ سے باہر کو دیکھنے لگی۔

اس نے بھی چندرہ کو غور سے دیکھتے ہوئے متاثرانہ کہا۔

"ترس ——— اگر ترس نہ ہوتا تو کبھی نہ آتا۔ جس طرح ہمارے تمہارے تعلقات ہو گئے ہیں"۔

چندرہ سہم کر بولی "میں سمجھ گئی ——— آپ کو نائی جی نے سب کچھ بتا دیا ہوگا ——— مگر پریم! . . . . . . (آنسو بھر کر) تم جانتے ہو میرا اس میں کوئی قصور نہیں"۔

پریم اُس کی بھرّائی ہوئی آواز کو سُن کر ہمدردی سے بولا "چندرہ! تم

روتی کیوں ہو؟ ——— مجھے تم سے سچی ہمدردی ہے - میں تمہاری عزت کرتا ہوں - تم اِس خیال کو دل میں جگہ نہ دو - جو میں نے سہواً بیان کیا ہے" +

"آہ ——— مجھے تم سے ہرگز ایسا خیال نہیں ——— اگر تم دل میں میری قدر کرتے ہو تو میں تمہارے خادموں کی خادم ہوں ——— سُنا ——— میرا جو کچھ ہے سب تمہارا ہے"...

چندرہ بلک بلک کر رونے لگی +

"پتاجی کو کیا معلوم تھا کہ ایک دن یہ سب کچھ تمہارا ہو جائیگا - جو . . .

پریم اُس کے دلی راز کو سمجھ گیا - اور اُس کی ایسی سچّی باتوں سے اُسے وقعت دینے لگا - مگر ظاہری وقار کو قائم رکھتے ہوئے بولا:-

"چندرہ! کیا تمہارا نوکر ایمان دار ہے؟"

"ہاں - اِس میں کوئی شک نہیں - مگر دل کا بہت کمینہ ہے" +

"سرہلا کر - آخر تم نے یہ بات کس طرح آزمائی؟"

"اس طرح کہ وہ تنخواہ کے علاوہ جو اُسے بڑے بھائی سے شادی کے لئے جمع کرنے کو ملتا ہے - وہ بھی اپنی پوشش و زیبائش میں صرف کر دیتا ہے اور مجھے اپنی فیاض دلی اور امیری پر مائل کرتا ہے" +

پریم نے پُرمعنی انداز میں کہا "مگر اُس کا ایسا کرنے سے کیا مطلب ہے کیا وہ آپ کو بد ترغیب دیتا ہے؟"

"نہیں - بلکہ بہتر اور مناسب - جو ہر فرد بشر اپنے آغاز جوانی میں عموماً انجام

دیتا ہے ــــــ ساری عمر کا سمبندھ"۔

"گویا وہ آپ کو۔ ۔ ۔"

قطع کلام کر کے "ہاں۔ وہ میری دولت کے علاوہ مجھے بھی ہضم کرنا چاہتا ہے"۔

پریم نے ہنس کر کہا۔ "تو پھر آپ کی کیا مرضی ہے؟"

مسکرا کر "میں ــــــ میں بے وقوف نہیں ہوں۔ اگرچہ ایک آزاد دل رکھتی ہوں۔ اور سوسائٹی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی ترقی کے متعلق کوشاں ہوں۔ ہر ایک مرد اور عورت اپنے ماضی کو نہیں۔ حال کو نہیں بلکہ اپنے مستقبل کے متعلق سوچتا ہے۔ اور اسے شاندار بنانے کی خاطر اپنا ایک ایسا رفیق تلاش کرتا ہے جو اُس سے مرتے دم تک جُدا نہ ہو"۔

پریم نے کسی قدر تمسخر سے کہا "بلکہ سورگ تک"۔

"کیا ایسے خیالات کو تکمیل دینے کیلئے اس طرح کا بننا ضروری تھا"۔

"نہیں۔ مگر ہرج بھی کوئی نہیں"۔

چندرہ نے پوری آزادی سے کہا "کیا اس طرح آزادی سے پھرنے اور عقل سے باتیں کرنے سے انسان انسانیت سے گر جاتا ہے"۔

"نہیں۔ مگر رواج اور مذہب کے ماتحت"۔

چندرہ نے سرعت سے کہا۔ "بالکل غلط۔ مذہب انسان کو ضمیر فروش اور محدود خیال نہیں بنا سکتا۔ اگر ایسا ہے تو وہ مذہب نہیں"۔

چندرہ نے پھر کہا "ہندوستان۔ گجرات۔ مدراس اور بنگال وغیرہ

میں جاکر دیکھو عورتیں محنت مزدوری کرتی ہیں یا نہیں۔ اگر زیادہ آزاد خیالی دیکھنی ہو تو اپنے چھوڑے ہوئے ملک کی طرف نگاہ دوڑاؤ ——— کیا وہ دھرم پر قائم نہیں ہیں؟"

پریم آہستہ سے بولا "۔ چندرہ! یہ اپنے ملک کا رسم و رواج ہے۔ نئی بات ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں کھٹکتی ہے"۔

"پرواہ نہیں۔ سچائی ہمیشہ سچائی ہے"۔

چندرہ ایک بڑے اعلیٰ وِدوان کی طرح بحث کر رہی تھی۔ اُس کی پیشانی پر ذرا بھی شکن نہیں تھے۔

پریم کسی قدر ہارے ہوئے انسان کی طرح جو سچائی کی قدر کرتا ہو۔ اور دوسرے کے سچے دلائل پر معترض نہ ہوتا ہو۔ آہستہ سے کہنے لگا "چندرہ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میں تمہاری باتوں کو حق بجانب سمجھتا ہوں۔ مگر یہ تو بتاؤ تم نے بیوپار کا سلسلہ کیسے رکھا ہوا ہے"۔

دل میں خوش ہو کر اور توقیر سے دیکھتے ہوئے "سب حساب کتاب میرے اپنے ہاتھ میں ہے۔ مال گودام میں ہے۔ مال ایسا نہیں جو روپے روپے اور دو دو روپے کو بیچا جائے۔ اکٹھی پیٹیاں آتی ہیں اور بند کی بند فروخت کی جاتی ہیں۔ اور وصولی کے متعلق یہ حال ہے کہ ہمیں خود دوکانداروں کے پاس جانا نہیں پڑتا"۔

"خیر۔ کام تو واقعی آسان ہے۔ اور اس میں کسی قسم کے غبن کی بھی اُمید نہیں ہو سکتی۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ اگر تم یہ کاروبار چھوڑ دو اور اپنا کل سرمایہ کسی

اچھی جگہ پر لگا دو تو کیا ہرج ہے"؟

"کوئی ہرج نہیں ——— میں نے خود سوچا تھا۔ سات آٹھ لاکھ روپے کی رقم ہے۔ اگر غیر معروف مقامات پر احاطے اور عمارات بنوا دی جائیں۔ جدھر اب تک ساہوکاروں کی نگاہیں نہیں گئیں۔ تو میرا خیال ہے کہ معقول آمدنی ہو سکتی ہے۔ مثلاً دریائے راوی کی طرف یا مزنگ کے اردگرد جدھر یونہی زمینیں بیکار پڑی ہیں۔ اور کوڑیوں میں مل سکتی ہیں"۔

نوجوان نے مسکرا کر کہا۔ "میرے دل کی بوجھی۔ میرا خیال ہے کہ باغبانپورہ اور ریلوے اسٹیشن کا درمیانی علاقہ اس خیال کی تکمیل کے واسطے مناسب ہے"۔

چندرہ نے مسکرا کر کہا۔ "ایک وقت میں یہ جگہ مل سکتی تھی مگر اب تو سب بک رہیں اور آپ کی غیر حاضری میں دنیا بدل گئی"۔

"اچھا۔ سب بک گئیں"۔

"ہاں۔ مگر جن لوگوں نے خرید کی ہیں اُن کے پاس اتنا ہی سرمایہ ہے جتنے کی زمین تھی۔ تعمیر کے لئے ایک کوڑی بھی نہیں ——— مجھے سب پتہ ہے"۔

"اوہو۔ تو ہم بخوبی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ایسے شخص بھی بُری طرح پھنسا کرتے ہیں"۔

"لیکن فی الحال ہمیں نقد روپیہ اکٹھا کرنا چاہیئے"۔

"ہاں۔ مگر اور کونسا ضروری کام ہے"۔

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر۔ سب سے پہلے ایک کوٹھی خرید کر تمہیں اور

تائی کو وہاں لانا اور بابو کو جواب دینا "۔

یہ تمام باتیں چندرہ نے ایک عجیب پیرایہ میں ادا کیں۔

پریم مسکرا کر بولا "کیا یہ تمام خیالات کل مجھے دیکھنے ہی سے پیدا ہوئے۔ یا . . .

" دل چیر کر دکھانے کے قابل نہیں۔ اس لئے زبان پر یقین کرو۔ میں نے آپ کی غیر حاضری میں اپنے نہ سوچنے والے فہم سے آپ کے لئے سب تیاریاں کیں اور اپنے آپ کو اس قابل بنایا جس کے آپ جیسے پرستارِ حسن دلدادہ ہوا کرتے ہیں "۔

پریم نے تمام باتیں سن کر یقین کیا۔ اور چندرہ سے پوچھا " میرے پتا کی موت کے بعد جب تمہارے والد نے اس طرح کی نامناسب کارروائی کی تو کیا تم اس وقت سب کچھ جانتی تھیں ؟"

" ہاں۔ بلکہ وہ مجھ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ اگرچہ میری مانتے نہ تھے جس کے باعث میں تمہاری ماتا سے مخفی طور پر ملنے جاتی اور چاہتی کہ وہ مجھ سے کسی ضرورت کا اظہار کرے۔ مگر اس نے اپنے آپ کو اسی طرح آسودہ ظاہر کیا اور چہرے پر کسی قسم کا ملال تک نہ آنے دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں سوچتی یہ اندر سے گرم ہے۔ اور میرے اپنے اظہار سے کہیں اُلٹی نہ ہو جائے۔ جس سے پتہ کا راز کھل جائے . . .

" ہاں۔ یہ تو وہ بھی کہتی ہے کہ چندرہ وقتاً فوقتاً آیا کرتی تھی۔ لیکن اب تین چار مہینے سے نہیں آئی "۔

"یہ ٹھیک ہے اور وہ نہ جانے کی وجہ یہ ہے کہ میں خود بیمار رہی - اور حساب کتاب میں کچھ غلطیاں پیدا ہو گئیں جس سے مجھے بڑی دقّت ہوئی"۔

" اچھا شکر ہے اب ہم دونوں ل سے صاف ہیں اور ایک دوسرے کو چاہتے ہیں - مگر . . . "

یکایک اُس کی حالت بدل گئی اور وہ کچھ کہتے کہتے رُک گیا - بھوچکا نیچے کی طرف دیکھنے لگا -

چندرہ نے اصرار کے ساتھ پوچھا جس کے جواب میں پریم نے بمشکل کہا " ماتا جی لکھمی رائے کے گھر کوشش کر رہی ہیں - کوئی رکاوٹ درمیان میں حائل نہ ہو جائے"۔

یہ سُنتے ہی چندرہ کا چہرہ زرد ہو گیا - اور پریم کی طرف دیکھ کر کہنے لگی - "کیا رات کو ہی اُن کو ملنے گئے تھے؟"

"نہیں - صبح اُٹھتے ہی اُدھر گئے تھے - آخر بات چیت تقریباً طے پا گئی مگر چندرہ سچ ماننا میں شکنتلا کے باپ سے خائف ہوں - کیونکہ وہ نیّت کا اچھا آدمی نہیں ہے"۔

چندرہ نے قدرے تسکین سے کہا " وہ آدمی بڑا مکّار ہے - اُس کی میں بھی تمہیں ایک بات سناتی ہوں"۔

ایک دفعہ گوشت سپلائی کرنے کا ٹھیکہ ملتا تھا - بڑے بڑے مسلمان رئیس اور ٹھیکیدار تو گئے مگر لالہ صاحب بھی جانے سے نہ رہ سکے - آخر روپے کی اندھیر پنی میں ٹھیکہ لے لیا - انگریزی تو پڑھے نہیں تھے کسی انجان سے اشتہار

بڑھا کر جاتے ہی سب سے بڑھ کر رعایتی ٹنڈر ڈبھر دیا۔ مسلمانوں نے جب اس دولت والے لالہ کو دیکھا تو آپس میں مل گئے اور خاموشی اختیار کر لی اور وہاں سے چلتے بنے۔ جب لالہ جی کا ٹنڈرڈ منظور ہو گیا تو سرکاری نرخنامہ لالہ جی کے ہاتھ میں دیا گیا۔ جس میں گائے کا گوشت بھی درج تھا "۔

پریم نے بے اختیار کہا "۔ لعنت ہے ایسے پاپی پر "۔

پھر سنو تو سہی "۔ جب لالہ کو اُن کے دوستوں نے لعنت ملامت کی اور اخبارات نے اُن کے خلاف نفرت کا اظہار کیا۔ تب اس دولت کے نشہ میں مست و سرشار کی آنکھیں کھلیں۔ اور بہت سا خسارہ اُٹھانے کے بعد وہ ٹھیکہ ایک مسلمان کے نام منتقل کیا گیا "۔

" بے ایمان نے اس حرکت سے شرمندہ ہو کر خودکشی کیوں نہ کر لی "؟

" اُس کو خودکشی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بے شرم کی بلا دور۔ نئی بیاہتا بیوی سے سارا سارا دن رنگ رلیاں کرتا ہے "۔

" یہ تو محض بے شرمی ہے "۔

چندرہ نے مسکرا کر کہا " بوڑھاپے میں نئے بیاہ کا شوق تو دیکھو "۔

" ہاں۔ میں نے بھی سنا ہے۔ مگر چندرہ لوگ بھی بڑے بے شرم ہیں جو ایسے ایسے بوڑھوں کو نوجوان لڑکیاں دیدیتے ہیں "۔

چندرہ نے ایک خاص انداز سے کہا " روپیہ سب کچھ کرد کھاتا ہے "۔

" یہ بدمعاش لوگ جو کی زندگی ہی روپیہ پیدا کرنے میں ضائع ہوتی ہے۔ اوروں کو بھی تباہ کرتے رہتے ہیں "۔

مسکرا کر"۔ اس میں اُن کا کیا قصور ہے۔ اُن پر اتنا عتاب نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ تو اپنے ارادے پر پکے ہیں۔ دوسروں کو سنبھلنا چاہیئے۔ جن کے اپنے تو گھر میں کھانے کو نہیں اور دیکھتے ہیں محلوں والے امیروں کو۔ لیکن لڑکیاں ہمیشہ محلوں میں ہی خوش نہیں رہتی ہیں۔ بلکہ اپنے ہم حیثیت لوگوں کے گھروں میں۔ غریب کی لڑکی امیروں کے ہاں ہمیشہ بھوکی رہتی ہے"۔

یہی تو میرا مطلب ہے۔ ہندو کس خیال میں ہیں"۔

چندرہ مسکرا کر بولی "۔ ابھی کچھ دن کے بعد دیکھنا۔ جب تمہاری تکالیف دور ہو لینگی اور اخبارات کے پڑھنے کا موقعہ ملے گا"۔

پریم نے کہا:" اب ہی کچھ بتا دو"۔

چندرہ نے ایک انداز سے کہا" اس لاہور میں تقریباً پندرہ ہزار نوجوان چھوکرے کنوارے پھر رہے ہیں اور ان سے زیادہ لڑکیاں ۔۔

پریم غیض آمیز بیہوشی میں بولا" پھر؟"

ان دونو اعداد میں اوسط درجہ کے لوگ بہت ہیں۔ جن کی آنکھیں موٹروں اور محلداروں کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ یا اُن کی طرف جو بے ایمان شراب اور جوا زندگی میں شغل سمجھتے ہیں۔ جن کی جیبیں کچہری میں بندھی ہوئی مخلوق کی پسینہ کی کمائی سے پُر رہتی ہیں۔ اور شام سے پہلے خاشاک ہو جاتی ہیں"۔

پریم نے کراہت سے کہا" جوا بھی ظلم ہے۔ بہت اندھیر ہے۔ میں ان واقعات پر یقین نہیں کرتا تھا"۔

"اور شریف لوگ جو خوفِ خدا سے سہمے ہوئے ہیں۔ وہ پکڑ پکڑ کر جیل خانوں میں دھکیلے جا رہے ہیں۔ جن کی بلکتی ہوئی عورتیں۔ چلّاتے ہوئے بچّے قبل از موت موت کا شکار ہو رہے ہیں"۔

"آہ۔ یہ تو بڑے عجیب واقعات ہیں"۔

پریم نے کہا "چندرہ! کیا یہاں آریہ سماج اور سناتن دھرم سوسائٹیاں اِس بات کا تدارک نہیں کرتیں"؟

مسکرا کر۔ "اُن کو کیا سردردی پڑی ہے جو اِن الجھنوں کو سُلجھائیں"۔

"چندرہ! اِس قدر حالات تمہیں کیسے معلوم ہوئے۔ تم تو عورت ذات ہو اور پھر ایک دولت مند۔ جیسے بازار سے گذرتے ہوئے لوگ بھی حقارت سے دیکھتے ہیں"۔

"مجھے لوگوں کے دیکھنے کی مطلق پرواہ نہیں۔ اور جو ان حالات کی بابت پوچھتے ہو سنو۔ میں نے ایک دفعہ ایک شخص کی گرفتاری پر اُس کی لاوارث بیوی اور بچّوں کو کچھ روپے وغیرہ دیئے اور زبانی ڈھارس بندھائی۔ تو کئی دن میرے دروازے پر پولیس پھرتی رہی۔ سنتے ہو نہ؟"

"ہیں۔ پھر؟"

"پھر کیا تھا۔ ایک افسر کے آنے پر اُسے دو چار اچھّے اچھّے جواب دیئے۔ جس سے اُس کی تشفی ہو گئی۔ تب اُس نے مجھ پر سے پابندیاں ہٹالیں"۔

"چندرہ! تم تو بڑی دلیر نکلیں"۔

اُسی دن سے لوگ مجھ سے بدظن رہتے ہیں کہ میں نے ایک انگریز کو

نہ معلوم کیا کیا بیان دئے کہ وہ اپنا سا منہ لے کر چلا گیا"

"زمانہ بکواس کرتا ہے تو کرے۔ میں تمہارے اِس فعل سے خوش ہوں"۔

چندرہ نے آہستہ سے کہا۔ "پریم! اُس دن سے قریباً دو سو لاوارث عورتیں اور یتیم بچے میرے گھر میں آتے رہتے ہیں جو اپنے معمولی کاموں میں مجھ سے امداد حاصل کرتے ہیں۔ اور کیا کہوں؟

یہ سُنکر پریم کی آنکھیں دائرہ چشم سے باہر نکلنے لگیں۔ اور حیرت کا اظہار کرنے لگا۔

اُن اخبارات سے جن کی اشاعت زیادہ ہے اور جسے بہت زیادہ تعداد مُلک کی پڑھتی ہے۔ اُن میں ایسی رقت انگیز خبریں کہاں"

"واقعی نہیں ہو سکتیں"۔

"اُن میں تو کونسلوں کے بحث مباحثے کمیٹیوں کے غبن اور پرچار کوں کے لیکچروں کے خلاصے چھپتے ہیں۔ بانصف سے زیادہ اشتہاری حکیموں کے اشتہار بھرے ہوئے ہوتے ہیں"۔

پریم کی آنکھیں فرط خوشی سے چھلک پڑیں۔ اور ضبط کر کے بولا۔ "ٹھیک ہے دیوی ٹھیک ہے"

اِن آنسوؤں میں کتنا اثر ہے۔ جو دلوں اور روحوں کی تہوں کو چیرتے ہوئے باہر نکل جاتے ہیں ــــــــ آج یہ تمہارے لئے ایک نیا مشاہدہ ہے۔

"میں روز روتی ہوں اور اسی کمرے میں پڑی رہتی ہوں"۔

پریم اُس کے لب و لہجہ اور گفتار سے اتنا متاثر ہوا کہ اُس کا رومال آنسو پونچھتے پونچھتے تر ہو گیا۔ اور آخر جب دیکھا کہ مجھ میں ضبط کی تاب نہیں اور میں اپنے دکھی ہموطنوں کی حالتِ زار سننے سے قاصر ہوں۔ تو دستدعا بولا۔ چندرہ تم دیوی ہو۔ زمانہ تم کو خواہ کچھ سمجھے مگر میں تمہارا حامی ہوں۔ میں تمہاری حوصلہ افزائی کرتا ہوں۔ تم اپنے نیک اور پختہ ارادہ ل کو پورا کرتی جاؤ۔ اور اپنی دولت کو محتاجوں اور حاجت مندوں کی دستگیری کے لئے وقف کردو۔ بس اس سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ لو اب میں جاتا ہوں۔ اُمید ہے کہ جلد واپس آؤنگا" +

چندرہ کے ہونٹ پھڑپھڑائے اور کہا "آج کھانا نہیں کھاؤ"۔

"نہیں آج جانے دو کل کھاؤں گا۔ ناراض نہ ہونا۔ مجھے تمہاری خوشی سے بڑھ کر اور کسی طرح خوشی نہیں ہو سکتی۔ مگر آج کے لئے میں معافی چاہتا ہوں +

چندرہ خاموش اس کے قریب آکر بولی "اگرچہ مجھے یہ کہنا مناسب نہیں مگر پھر بھی میں کہہ دیتی ہوں کہ کسی سے میرے حالات کا تذکرہ نہ کرنا۔ کیونکہ ان کی راز داری میں ہی میری عزت ہے" +

چندرہ! تم مجھ پر اعتماد کرو۔ میں ایسا ویسا آدمی نہیں ہوں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں۔ کہ اُن حالات کے اظہار پر آپ کی عزت میں اضافہ ہوگا۔ مگر ہر حالت میں تمہاری خاطر منظور ہے +

پانچواں منظر

جن دنوں کا ہم ذکر کر رہے ہیں اُنہیں ایام میں شہر لاہور گوالمنڈی میں ایک کوٹھی کے پائیں باغ میں حوض کے کنارے ایک حسین و مہ جبین پریجمال حوروش اور نازک اندام عورت باصد ناز و ادا چہل قدمی کر رہی تھی۔ جس کے ایک ایک قدم پر فتنے برپا ہوتے تھے۔ بقولیکہ

ہے قیامت بھی تمہاری ٹھوکریں کھائی ہوئی
عرصہ گاہِ حشر میں پھرتی ہے گھبرائی ہوئی

اُس کے ہاتھ میں ایک خوب صورت اور خوش رنگ پھول تھا۔ جسے قدم قدم پر اپنے نازک لبوں سے بوسے دے رہی تھی اور اپنی شمشیر وضع ناک کے باریک سوراخوں سے اُس کی خوشبو کو دماغ میں جمع کر رہی تھی۔ اُس کی شگفتہ پیشانی جادو بھری غزالی آنکھیں۔ اُبھرے ہوئے رُخسارے اس بات کی شہادت دیتے تھے کہ وہ کوئی امیرزادی ہے۔ مگر کسی دلی رنج کی وجہ سے کبیدہ خاطر رہتی ہے۔ اگرچہ بظاہر اُس کی حالت اطمینان بخش تھی اور کسی تجربہ کار عورت کی طرح محوِ خیال معلوم ہوتی تھی۔ عمر بیس سالہ فیشن پارسی۔ قد مناسب میانہ۔ جس کی طرف زاہد صد سالہ بھی نگاہ کرے تو میرا خیال ہے کہ وہ بھی ریشہ خطمی ہو جائے۔ گھنگور گھٹا۔ رعد کی چمک۔ بجلی کی کڑک۔ ادھر گیارہ بجے کا

وقت ایک عجیب منظر لئے تھا۔ آفتاب نقابِ افق میں چھپا ہوا تھا۔ گرمی کا نام و نشان نہ تھا۔

اُس وقت جبکہ وہ سرو کی حالت میں مور کی طرح ٹہل رہی تھی۔ چوکیدار نے آکر اطلاع دی "۔ ایک جنٹلمین سردار صاحب کو ملنا چاہتا ہے"۔

"تو تم نے کہا نہیں کہ وہ شملے گئے ہوئے ہیں؟"

"حضور کہا تھا۔ اگر وہ کہتے ہیں ذرا بی بی جی سے ملنا ہے"۔

سوچ کر "اچھا جاؤ اور ساتھ لے آؤ"۔

چوکیدار تھوڑی دیر میں واپس آیا۔ اُس کے ساتھ ایک نوجوان تھا۔ جس کی عمر ۲۴ - ۲۵ سال کے قریب تھی۔ قد لانبا۔ چہرہ گول۔ وضع قطع بالکل سادی۔ اُسے دیکھ کر اوّل تو وہ نازنین ذرا پریشان ہوئی۔ مگر چوکیدار کے پرے چلے جانے پر متوجہ ہو کر بولی:-

"آپ کو چوکیدار نے نہیں بتایا کہ سردار صاحب شملے گئے ہوئے ہیں"؟

اُس نوجوان نے کہا "ہاں۔ مجھے پتہ ملا ہے۔ مگر میں اُن کی والدہ صاحبہ سے ملنا چاہتا ہوں"۔

"آپ کا نام ———— پریم چند تو نہیں؟ ———— حسینہ نے یہ الفاظ بمشکل ادا کئے اور حوض کی دیوار کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی۔

"بیشک۔ آپ کا خیال درست ہے"۔

"اگر میں بھی غلطی نہیں کرتا تو آپ . . . "

قطع کلام کر کے "آپ نے بھی پہچان لیا ہے۔ کہو راضی خوشی تو آئے

ہو۔ میں اُن سب کی طرف سے بھی پوچھتی ہوں؟"

"ہاں پرماتما کی کرپا سے اچھا ہوں۔ آپ بتائیں آپ اور سردار صاحب اور عزیز و اقارب سب خوشحال ہیں؟"

آہ بھر کر "بیشک ——— کسی حد تک سب سکھی ہیں"۔

تفکرانہ "کیا بی بی جی بھی؟"

"وہ آج کل بیمار ہیں اس لئے شملے گئے ہیں"۔

نوجوان نے ہمدردی سے پوچھا کیا شکایت ہے؟"

"تپ دق کی شکایت ہے"۔

"اُف۔ یہ بیماری تو بڑی نامراد ہے۔ کیا دیر سے ہے"؟

"ہاں۔ دو تین سال سے"۔

"اچھا سردار صاحب کے وہ بچے جو میرے بعد پیدا ہوئے ہیں وہ بھی راضی خوشی ہیں؟"

مسکرا کر "ہاں ہاں سب راضی خوشی ہیں۔ کہیں میں تمہاری کیا خاطر کروں"؟

ادب سے۔ "مہربانی۔ آپ کی اتنی مہربانی ہے جو آپ کے درشن ہو گئے"۔

نازنین نے کونج کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "آؤ ذرا بیٹھو تو سہی"۔

نوجوان خاموش اُس کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں وہ لو کنج نما پیڑوں میں کونج کے قریب پہنچ گئے۔

نازنین خود ایک درخت کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی اور نوجوان سے کہا "بیٹھیے"۔

"نہیں آپ بیٹھیں۔ میں کھڑا رہوں گا۔ آپ تھک جائینگے"۔

"نہیں نہیں آپ تکلیف نہ کریں اور بیٹھیں۔ میں ابھی آتی ہوں"۔

نوجوان نے جلدی سے کہا: "معاف کرنا میں ......

حسینہ رُک گئی اور کہا۔ "آپ دو چار منٹ سے زیادہ نہ رُکیں۔ کیونکہ میں نے بھی ایک اور کام کو جانا ہے"۔

"تو معلوم ہوتا ہے آپ پھر کسی ضروری اطراف کو جانے والے ہیں؟"

ہنس کر: "نہیں۔ پھر ہمیشہ موقع ملتا رہے گا۔ آپ گھنٹوں مجھے بٹھلا سکیں گے"۔

"تو آپ ذرا بیٹھیں اور بتلائیں۔ میں آپ کی کیا خدمت کروں؟"

اس کے بعد نازنین نے کہا: "اگر بھائی صاحب یہاں موجود ہوتے تو آپ کی بڑی خاطر کرتے۔ آپ کے وہ بڑے احسانمند ہیں"۔

جلدی سے: "واہ صاحب واہ۔ آپ شرمندہ کرتے ہیں۔ میں نے کونسا احسان کیا ہے؟"

"بھائی صاحب کہا کرتے تھے مجھے تو پتہ نہیں"۔

"آپ کی یادداشت بڑی زبردست ہے"۔

نازنین نے مطلب برعکس سمجھا اور ملامت سمجھ کر گردن جھکا کر بولی: "میں بیشک احسان کی نوعیت کو نہیں جانتی۔ مگر سمجھتی ہوں کہ آپ اُن کو چٹھیاں بھیجا کرتے تھے"۔

"میرا مطلب یہ کہنے کا تھا کہ آپ نے مجھے آتے ہی فوراً پہچان لیا۔

حالانکہ میری شکل وصورت بہت کچھ تبدیل ہو چکی ہے"۔

"ہاں ۔ واقعی حسینہ نے کسی قدر اضطراب سے کہا۔ اور اس کی بڑی بھاری وجہ یہ تھی ۔ کہ آپ کا ہمارے گھر میں بہت عرصہ تک ذکر اذکار ہوتا رہا ہے"۔

"آپ اگر برا نہ مانیں تو میں یہ بات دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ کی شادی پھر کہاں ہوئی"؟

یہ سن کر نازنین خاموش ہو گئی ۔

"میں سمجھتا تھا کہ اس بات کا جواب دینے میں آپ پس و پیش نہ کریں گے کیونکہ میں آپ کو آسودہ حال سن کر خوش ہونگا"۔

نازنین نے آہستہ سے کہا "بیشک ۔ ہرج تو کوئی نہیں مگر آپ جانتے ہیں بتانے سے فائدہ"۔

نوجوان نے جلدی سے کہا "تو میں صاف بتادوں ۔ آپ کی صورت سے رنج کے آثار ہویدا ہو رہے ہیں ۔ جہاں تک قیاس کو تعلق ہے ۔ آپ خوش نہیں ہیں"۔

نازنین کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے ۔

"دیکھئے میرے خیالات کی تائید ہو رہی ہے ۔ اب میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ مجھے اپنا خادم سمجھیں اور مجھے تمام حالات سے آگاہ کریں ۔ اگر ہو سکا تو میں آپ کی خدمت کرونگا"۔

نازنین نے مست آنکھوں سے اوپر کی طرف دیکھا ۔ اور کہا اگر آپ کو کسی زبردست قسم کے اعتبار آئے ۔ تو وہ بھی میرے عمل میں آسکتی ہے"۔

بتائیں میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ آپ اپنے دل کی بات مجھ سے پوشیدہ نہ رکھیں۔

نازنین نے دبی آواز میں کہا "تو آپ شام کو تشریف لا دیں۔ جو کچھ میری زبان سے نہیں نکل سکتا قلم سے عرض کرونگی"۔

"میرا خیال ہے اگر آپ اسی طرح کہتے جائیں تو ہرج نہیں"۔

"شرم اور عقل دونوں انسان کو اصلی معراج تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ دونوں ہی ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہیں۔ مگر ان کے راستے بالکل جداگانہ ہیں"۔

"اب شرم کا زمانہ نہیں عقل کا دور دورہ ہے۔ دُکھ ہمیشہ عقل سے ہی دُور ہو سکتے ہیں۔ عقلمندی کو ہاتھ سے نہ دو۔ اور صاف صاف کہو میں تمہیں راۓ دونگا۔ تم میرے دوست کی ہمشیرہ ہو۔ میرے دل میں بھی تمہاری وہی عزت ہے۔ کہو کہو۔ اب زیادہ حیران مت کرو"۔

نازنین نے اُس کی طرف دیکھا اور آہستہ سے منہ موڑ کر کہا "بات دو حرفی ہے۔ میں اُسے بڑھا کر نہیں کہنا چاہتی"۔

سُنئے:۔ "آپ کے چلے جانے کے بعد اُن کی نیت بھی بدل گئی اور حیثیت بھی"۔

"اچھا؟"

"پھر بھائی صاحب نے میری منگنی ایک اعلےٰ حیثیت شخص کے لڑکے سے کر دی"۔

"ہاں ہاں۔ پھر؟"

"اُس سے میری ملاقات ہوئی - اگرچہ دونو ہر طرح پابند وعزم رہے - مگر دل دونو کے بے اختیار ....

حیرانی سے" کیا آپ اُن کو جانتی تھیں؟"

"ہاں پیشتر بھی میری اور اُن کی بات چیت ہو چکی تھی اُس وقت میں نے اُن سے کہا تھا کہ ہم دونو کا ملنا مشکل ہے مگر بعد اس کامیابی پر پھولے نہ سمائیے"۔

"اچھا - پھر؟"

"اس کے بعد بھائی صاحب کی حیثیت بڑھتی گئی اور جن سے میری منگنی ہوئی تھی اُن کا کاروبار ماتا ہوتا گیا"۔

"اچھا - پھر؟"

"انہوں نے فوراً آنکھیں پھیر لیں اور ایک وزیر کے لڑکے سے میری منگنی کردی"۔

"خوب - وزیر کے لڑکے سے"؟

"ہاں - مگر بیٹا ہے - وہ وزیر نہیں - کوئی چھوٹا موٹا دیوان ہے"۔

"اچھا - آپ نے دیکھا ہے؟"

"ہاں"۔

"کیا آپ کو وہ پسند نہیں تھا؟"

"نہیں یہ نہیں"۔

"اور کیا معاملہ ہے؟"

"وجہ یہ ہے کہ جس سے قبل ازیں میری منگنی ہوئی تھی میں اُس سے محبت

عہد و پیمان کر چکی ہوں ۔ اور ۔ ۔ ۔ ۔
"آپ کا خیال ہے کہ اسی سے آپ کی شادی ہو"؟
"ہاں کیونکہ ہمارے مذہب میں ایک استری کے دو پتی نہیں ہو سکتے"۔
"یہ آپ کا خیال درست ہے ۔ مگر جب تک باقاعدہ طور پر بیاہ نہیں ہوتا دو کس طرح ہو سکتے ہیں"۔
"مگر آمنے سامنے بیٹھ کر دل سے عہد کر لینا کوئی معمولی بات نہیں"۔
"واقعی انسان کو عہد کا پابند ہونا ہی مناسب ہے ۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ وہ رہتا کہاں ہے؟"
نازنین نے ایک چھوٹا سا کاغذ نکال کر پریم کو دیا ۔ اُس پر ایک نوجوان کا فوٹو تھا اور ساتھ ہی انگریزی میں ایڈریس بھی لکھا تھا ۔
"اوہو ۔ اسے تو میں بخوبی جانتا ہوں"۔
"اب آپ کیا کر سکتے ہیں"؟
سوچ کر"! جو تمہارا حقیقی بھائی کر سکتا ہے"۔
"وہ تو میرے خلاف ہے"۔
"مگر میں تمہاری رضامندی کے ماتحت اُس کے خلاف ہوں"۔
رک کر" تاہم آپ بتائیں تو سہی
مختصراً یہ عرض ہے کہ" میں اُس نوجوان سے ملوں گا ۔ اگر وہ غریب ہوا تو طریقے سے اُسے امیر بناؤنگا ۔ اور تمہاری نسبت تمہارے بھائی کے خیالات کو پلٹا دونگا جس میں بس تمہارا بھلا ہو جائیگا ۔

" بس میں آپ کی صاف دلی کو نمسکار کرتی ہوں ۔ میرے دل کے درد نے یہ بے شرمی کا موقعہ دکھایا ۔ جو تمہارے جیسے غیبی فرشتہ انسان کے سامنے تمام حالات کہہ ڈالے "۔

انسان تو انسان کا دُکھ بانٹنے کے لئے ہی پیدا ہوا ہے ۔ ورنہ انسان سے حیوان بہتر ہے "۔

" شکر ہے آپ ایسے پاکیزہ خیال انسان ہیں "۔

" میرے خیالات کو تبدیل کرنے والی تمہارے جیسی ہی ایک دوشیزہ لڑکی ہے ۔ جس کے وسیع خیالات نے مجھے گمراہی سے بچایا اور ایک سیدھے راستے پر ڈال دیا "۔

نازنین نے کہا ۔ اوہو ۔ ایسی ایسی فرشتہ خصلت لڑکیاں اب بھی دُنیا میں موجود ہیں "۔

" ہاں ۔ ہیں اور اسی لاہور میں ہیں "۔

" مجھے کسی طرح اُس کے درشن کرا دو "۔

" بہت بہتر ۔ لو اب میں جاتا ہوں ۔ پھر حاضر ہونگا "۔

نازنین نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ پوچھا ۔

" گھبرانے کی چنداں ضرورت نہیں ۔ جب تک دم میں دم ہے تمہارے مستقبل کو بہتر بناؤنگا ۔ اطمینان رکھو "۔

یہ کہہ کر پریم چلا گیا ۔

چھٹا منظر

مندرجہ بالا واقعات کے تین یوم بعد ایک دن پریم چند ایک کرایہ کے ٹانگے پر سوار اپنے مکان کی طرف آرہا تھا کہ راستہ میں اُس کی اپنے ایک پڑوسی حجام سے ملاقات ہوئی۔ حجام نے جو اُس کو اس شان و شوکت سے دیکھا جُھک کر سلام کیا۔ پریم نے اُس کی مزاج پرسی کی تو اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پریم نے ازراہ ہمدردی پوچھا کہو ماجرا کیا ہے۔ تمہاری تو صورت ہی بدل گئی ہے۔

حجام نے آنسو پونچھ کر کہا "آپ کے چلے جانے کے بعد میرا نوجوان لڑکا مر گیا۔ گھر میں آگ لگ گئی جس سے میرا بہت نقصان ہوا اور میں کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گیا۔ اب بچے اور بیوی بیمار پڑے ہوئے ہیں۔ میری صحت بھی قابل اطمینان نہیں۔ اگر آپ سے ہو سکے تو کچھ امداد کریں"۔

پریم اُس متکبر شخص کی حالت دیکھ اور سُن کر تھرا اُٹھا اور دل میں کہنے لگا دُنیا بھی ایک عجیب معجزے پیدا کرتی ہے۔ جو کل فرعون ثانی بنے بیٹھے تھے آج کوئی اُن کی بات نہیں پوچھتا۔

اگر پریم ذرا سنگدل ہوتا اور اپنے دل میں اُس کی خود غرضیوں کو یاد کرتا تو ضروری تھا کہ سیدھے منہ سے بات بھی نہ کرتا۔ ترس آ گیا۔ جیب سے

ایک سو روپے کے نوٹ نکال کر اُس کو دیدیئے اور کہا جاؤ اپنی اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرو"۔

حجام وفورِ مسرت سے دیوانہ ہو گیا اور ایسی بے صبری سے لپک کر اُسے گلے لگا لیا گویا وہ اُس کا بچھڑا ہوا فرزند ہے۔ اور اُس کی انتہائی قابلیتیں اُسے ایثار سکھاتی ہیں۔

ابھی نوجوان نے حجام سے فراغت پا کر تانگہ چلنے کا حکم نہ کیا تھا کہ ایک نوجوان دوکاندار جو اُسے اچھی طرح جانتا تھا دیکھ کر ٹھٹک گیا اور غور سے دیکھ کر کہنے لگا۔ میں بھولتا نہیں تو . . . .

"بات کاٹ کر۔ میں وہی ہوں ـــــــ دولت رام!"

"اوہو۔ فرطِ مسرت سے اُس کے ہاتھوں پر جا گرا اور پھول کی طرح کھلی پیشانی سے بولا:۔

"دوست! کب آئے؟"

"مجھے آئے چار دن ہو گئے ہیں"۔

"اچھا۔ تو اتنے دن ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ میں آپ کے محلے کے باہر رہتا ہوں"۔

مسکرا کر "فی الحقیقت مجھے ان دنوں کام بہت زیادہ رہے ہیں۔ اس لئے ملنے سے قاصر رہا ہوں"۔

سر سے پاؤں تک دیکھ کر "خیر۔ یہ بتاؤ اچھے تو رہے۔ میرے خیال میں بہت دولت کما کر لائے ہو"۔

دل میں حقارت سے دیکھ کر" ہاں شریفانہ زندگی بسر کرنے کے لئے کافی ہے"۔

سمجھ کر" چلو شکر ہے۔ اتنی ہی چاہیئے۔ بدمعاشی کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے"۔

"کیا آپ دوکان پر جا رہے ہیں؟"

مسکرا کر" ہاں گھر کی طرف جا رہا ہوں۔ اب دوکان اور مکان ایک ہی ہے"۔

"کیوں۔ دوکان چھوڑ دی ہے"۔

مدت ہوگئی ہے۔ جب تمہارے پتاجی بیمار ہی تھے۔ تب کی چھوڑی ہوئی ہے"۔

"کیا کچھ نقصان ہوا ہے"؟

ہنس کر" نہیں۔ بلکہ سرکار فائدہ پہنچاتی تھی۔ میں نے ایسے ضمیر کش فائدے کو لات مار دی اور آوارہ گردی کی زندگی اختیار کرلی"۔

پریم نے جگہ چھوڑتے ہوئے کہا" آؤ یار" تانگے میں بیٹھ جاؤ۔ راستہ میں باتیں کرتے چلیں گے"۔

دولت رام اچھل کر تانگے پر بیٹھ گیا۔ اور خود ہی بولا" سرکار نے انکم ٹیکس لگا دیا تھا جس کے باعث میں نے دوکان چھوڑ دی"۔

استعجاب سے" کیا کوئی کارخانہ جاری کیا تھا؟"

"نہیں۔ یہی کمربند وغیرہ تھے"۔

"کیا اتنے پر ٹیکس لگا دیا؟"

"ہاں ایک سو بیس روپے لو آنے"۔

"غضب خدا کا اتنا ٹیکس جیسے دس ہزار کی سالانہ آمدنی ہو اُسے لگتا ہے"۔

تمسخر سے"۔ ہاں مجھے بھی تھی۔ گورنمنٹ سوچتی ہے ہندوستانی اب دن بدن امیر ہو رہے ہیں"۔

"یہ بات علیحدہ ہے۔ کیا آپ نے حساب دکھایا تھا"؟

مسکرا کر"۔ ہاں۔ کلکٹر کہتا تھا۔ غلط ہے"۔

"آپ نے کہا تھا حضور میری دوکان پر چل کر تو دیکھیں جس میں سو دو سو کا مال ہو وہ کمائی کیا کر سکتا ہے اور حساب کیا رکھے گا"۔

"بہتیرا کہا۔ اُنہوں نے کہا۔ لو اکونٹ نو اپیل"۔

"آپ نے اپیل بھی کی ہو گی؟"

"ہاں۔ اِس لئے کہ دوکان نہ چھوڑنی پڑے۔ اور اپنے بال بچوں کیلئے روزی کو قائم رکھ سکوں"۔

پھر بڑی تباہی ہوئی۔ کئی انکوائری پیادے آئے۔ وارنٹ جاری ہو گئے آخر مجھے دوکان چھوڑ کر روپوش ہونا پڑا"۔

پریم فرطِ استعجاب سے بولا "بڑا غضب ہے"۔

"غضب جیسا غضب ہے۔ وہ شیطان کے بچے جو ہمارے لوگوں کے چندوں سے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ لندن جا کر کلکٹر۔ انسپکٹر اور بابو صاحب بن گئے۔ جو ایک شریف انسان کو کتے کی طرح دھتکار دیتے ہیں

اور اپنے کمروں کے باہر دھوپ میں سارا سارا دن جلاتے رہتے ہیں"۔

" اوہو۔ معلوم ہوتا ہے تم بہت جلے ہوئے ہو"۔

ہو جل کر کوئلہ ہو رہا ہوں"۔

دولت رام کی آنکھوں سے غصہ کے مارے خون ٹپکنے لگا۔ اُس نے فرطِ غضب میں کہا۔ "اگر میرے بس میں ہو تو ان کو کچّا چبا جاؤں"۔

آہستہ سے "بھائی اُن کا بھی کیا قصور ہے۔ اُن کے پیچھے جو بیٹھے ہوئے ہیں وہ خوف دلاتے ہیں۔ اِس سال اتنے لاکھ روپیہ اِس حلقہ سے آنا چاہئے۔ اگر پورا نہ ہو تو اُن کو جواب دہی کرنی پڑتی ہے"۔

" تو اِس کا یہ مطلب ہے کہ وہ بیگناہوں کا خون کریں"۔

ٹھیک ہے نہ

"خون کریں خواہ ڈاکہ ڈالیں۔ اُن کو یہی حُکم ہے"۔

" تو اُن کو چاہئے کہ ایک ظالم شخص کو دو ہزار روپے ماہوار تنخواہ نہ دیں۔ ہندوستانی ان کی تنخواہیں برداشت نہیں کر سکتے۔ کہاں ایک معمولی دوکاندار دھوکہ اور فریب سے اپنے بچّوں کے لئے روٹی کماتا ہے اور پھر اُس میں سے اُنہیں دے"۔

پریم اُس کے حالات سُن کر مسکرایا۔ پھر سوچا کہ یہ دُکھی ہے جس کے دل پر گذرتی ہے وہی جانتا ہے۔ اِس کا کوئی قصور نہیں۔ حکام لوگوں کو شریف بننے کی تلقین تو کرتے ہیں۔ مگر اُن کے دُکھ دُور کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ نامعلوم اِس کے مانند اور کتنے انسان ہیں جو اِس ظلمِ حیوانی

کا شکار ہو چکے ہیں "۔

دولت رام نے پھر کہا "فاقوں تک نوبت پہنچی کئی دفعہ خیال آیا۔ کسی امیر کے مکان پر چھاپہ ماروں۔ مگر کیا کروں ضمیر اجازت نہیں دیتا اپنے جگر کو کاٹ کر۔۔۔

اُس کی آنسوؤں بھری آنکھوں نے بریم پر گہرا اثر کیا۔

"جب جرائم پیشہ لوگوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے تو اور کئی قانون ایزاد کئے جاتے ہیں۔ جن کی گرفت شریفوں کو زندہ درگور بنا دیتی ہے"۔

"ٹھیک ہے دوست ٹھیک ہے۔ میں نے خود دیکھا امریکہ جیسا مہذب ملک اِس خامی سے مبّرا نہیں ہے وہ بھی ایسی ایسی فاش غلطیاں کرتا رہتا ہے (رُک کر) میرے دیکھنے کا واقعہ ہے۔ ایک حبشی نے جو تعلیم یافتہ لوگوں سے زیادہ مہذب اور امن پسند تھا۔ اُسے وہاں کے قانون لنچنگ کے زیر اثر سربازار سنگسار کیا گیا۔ حالانکہ لوگ جانتے تھے کہ یہ ایک شریف انسان ہے مدت سے وہاں رہتا تھا۔ ذراسی غلط فہمی سے موت کا شکار ہو گیا"۔

چلا کر "کیا ایسے مہذب ملک میں ایسے وحشیانہ قانون"!۔

"ہاں میں نے وہاں کے اصلی باشندے سے دریافت کیا تھا۔ وہ کہتا تھا یہاں ہزاروں کی تعداد میں انسان شُبہ کی بناء پر سنگسار کئے گئے ہیں اور کئی ایک آتشباز ہوئے ہیں۔ مگر کسی نے اِس قانون کی مخالفت نہیں کی اور اُن انسانوں کو جو تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہم تم سے بہتر ہو سکتے ہیں۔ ایک دم میں موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا ہے "۔

"یہ تو بڑا غضب ہے"۔

"یہ تو اس بجن تہذیب کے چہرے پر ایک بدنما دھبہ ہے"۔

ابھی اُن کی گفتگو یہیں تک پہنچی تھی کہ پریم نے کوچوان کو حکم دیا۔ "تانگہ کھڑا کر دو"۔ تانگہ کے رُکنے پر وہ نیچے اُترے۔ دولت رام نے ایک شخص کو سائیکل پر سوار اپنی طرف آتے دیکھا تو چونک کر پوچھا۔

"پریم! کیا اِس کو جانتے ہو؟"

دیکھ کر۔ "ہاں۔ یہ تو میرے ساتھ امریکہ سے آیا ہے"۔

وہ شخص قریب آکر سائیکل سے اُترا اور گھبرائی ہوئی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھ کر دونوں سے ملا اور پریم سے بولا۔

"بابو تانگہ ابھی نہ چھوڑنا"۔

پریم نے حیرانی سے دیکھ کر پوچھا۔ "کیوں"۔

"کچھ کام ہے میرے ساتھ دو منٹ تک چلو"۔

"کہاں تک؟"

"اِدھر ذرا مستی دروازے تک چند منٹ کے لئے"۔

پریم دل میں حیران ہوا۔ پھر سوچا شاید کوئی مفید مطلب بات ہو۔ تانگے پر سوار ہو کر دولت رام کی طرف مخاطب ہوا۔ میرا دل تو چاہتا تھا کہ آج کچھ دیر اور آپ سے بات چیت کروں مگر ۔ ۔ ۔ ۔

اُس شخص نے بات کاٹ کر جلدی سے کہا۔ "چند منٹ میں تو واپس آجاؤ گے پھر گپ کر لینا"۔

"اچھا آپ ہو آئیں - میں یہیں آپ کا انتظار کرونگا"-
پریم چندر تانگے پر سوار ہو گیا - اُس شخص نے جلدی سے کہا "میں بھی
سائیکل یہیں چھوڑ دیتا ہوں"-
پریم نے کہا "ہاں ہاں - دولت رام کے حوالے کر دیں اگر ہمارے
آنے تک نہ ٹھیرینگے تو اس پان فروش کے سپرد کر دینگے"-
دونو تانگے پر سوار ہوئے اور تانگہ منٹی دروازے کی طرف چل دیا-
اب ہم اپنے ناظرین کو تانگے کے پیچھے نہ لے جائیں گے بلکہ اُس واقعہ
کو جو اس ناول میں خاص اہمیت رکھتا ہے اور جس کی شخفی کڑی سے
ہمارے زندہ دل ہیرو پر مصیبتیں نازل ہوتی ہیں - وہ یہاں مختصر طور پر
بیان کرینگے -
جونہی تانگہ بازار سے نکلا فوراً ایک جانب سے ایک شخص جسے ہمارے
ناظرین اچھی طرح سے جانتے ہیں نیک دل چندر دکا بدسیرت دوست بلیشم
"ہالو دولت رام" ٹیپ کے پاس آیا اور ظاہری خلق سے ہاتھ ملا کر بولا - یار
خوش تو ہو - آج مدت کے بعد نظر آئے ہو"-
معمولی سی دلچسپی سے "مجھے ایک ضروری کام کے باعث امرتسر جانا
پڑ گیا تھا - اس لئے ملاقات نہیں ہوئی - کہئے کیا حال ہے"؟
"شکر ہے - آج تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے"-
"کہو ادھر کیسے آنا ہوا - کوئی ضروری کام ہوگا"؟
"ہاں یار - ادھر کوئی پریم چند نام کا آدمی رہتا ہے میں اُسے بلانے آیا ہوں"-

چونک کر۔ "وہی جو امریکہ سے آیا ہے"؟

"ہاں - وہی"۔

دل میں کچھ سوچکر۔ "اُس سے کیا کام ہے میں بھی تو سُنوں؟"

مسکراکر۔ "کام کیا ہونا ہے۔ عورتوں کی چالیں بھی عجیب ہی ہوتی ہیں (اِدھر اُدھر دیکھ کر) آج کل چندرہ اِس پر ڈورے ڈال رہی ہے"۔

گھبراکر۔ "تو کیا اُس کی نیت کچھ بد ہے"؟

"میرا تو یہی خیال ہے۔ ورنہ بار بار بلا بھیجنے کی کیا ضرورت تھی (لمحہ بھر سکوت کے بعد) یار بات دراصل یہ ہے کہ پریم ذرا خوبصورت اور جوان ہے۔ اس لئے اسے اپنے ہتھے پر چڑھا رہی ہے۔ اور چاہتی ہے کہ اس کے باغِ حُسن کی بہار لوٹے"۔

دل میں ملامت کرتے ہوئے۔ "یار بات تو بڑی عجیب ہے۔ اچھا اگر اُس کے ساتھ پریم کا معاملہ ہوگیا تو ہم اِسے کہہ دیں گے کہ جہانتک ہو سکے اس کی دولت کو ہضم کرنے کی کوشش کرے"۔

بھولی صورت سے۔ "کیا آپ اُسے جانتے ہیں"؟

لاپرواہی سے۔ "ہمارا تو لنگوٹیا یار ہے۔ جاننے کی بھی ایک ہی کہی (سائیکل کی طرف اشارہ کرکے) یہ دیکھو۔ ابھی ہی وہ ایک دوست کے ساتھ سیر کرنے گیا ہے"۔

فرضی حیرانی سے۔ "اچھا"۔

ذرا گہری آواز میں۔ "وہ جو سائیکل رکھ گیا ہے کچھ اچھا آدمی نہیں ہے

خطرناک معلوم ہوتا ہے"۔

زیادہ رغبت اور دلچسپی سے"۔کیا کوئی مطلبی ہے"؟

"نہیں ... (سوچ کر) وہ سیاسی آدمی ہے۔جوائے اُس کے ساتھ ہی امریکہ سے آیا ہے"۔

دل میں خوش ہو کر"۔کیا آپ اُسے جانتے ہیں"؟

"ہاں میں اُسے مدت سے جانتا ہوں۔ پہلے اِدھر ہم کیس میں پکڑا گیا تھا مگر کسی طریقہ سے بچ کر امریکہ چلا گیا"۔

"تو بڑا مشہور آدمی ہو گا؟"

"نہیں۔اُس کے والدین امیر آدمی تھے۔رسوخ سے بچ نکلا۔ورنہ اب تک ہڈیاں بھی سڑ گئی ہوتیں"۔

اُس نے مصنوعی ہنسی ہنس کر کہا"۔یار تم بھی بڑی دُور کی خبریں رکھتے ہو۔ایسا معلوم ہوتا ہے تم غیب دان ہو"۔

دل میں خوش ہو کر"۔نہیں یہ بات نہیں۔درحقیقت میں نے ایک ایسے شخص سے دوستانہ پیدا کیا تھا جو اِن سب کو جانتا تھا۔مگر افسوس وہ بھی آخر پکڑا گیا"۔

"اُس نے آپ کو سب کچھ بتایا ہو گا"۔

"نہیں۔وہ بڑا پکا آدمی تھا۔میں نے ایک دن تعاقب کر کے اُسے رات کو ایک مکان میں داخل ہوتے دیکھا اور خود بھی اُدھر ایک کونے میں چھپ کر اُن سب کی گفتگو سُنا"۔

حیرانی سے " وہاں تو کئی آدمی ہونگے "۔

" نہیں۔ صرف تین چار آدمی تھے مگر وہ اُن میں سردار تھا"۔

" آپ کا شناسا"۔

" یہ جو سائیکل رکھ کر گیا ہے"۔

" تو تب سے آپ کو معلوم ہوگا۔ یہ اِس طرح کے آدمی ہیں؟"

" ہاں یار! اُس وقت مجھے ایسے آدمیوں سے حد درجہ کی نفرت تھی نیز
چونکہ میں اپنے غریب خاندان کا اکیلا سرپرست تھا۔ اِس لئے میں نے اُس سے
آیندہ ملنا چھوڑ دیا۔ مگر اب معلوم ہوا کہ وہ شخص میری طرح دُکھیا تھے۔ وہ کہتے تھے کہ
نوکرشاہی ہمیں اپنے مظالم ناروا سے ترغیب دیتی ہے۔ کہ ایسا کرو۔ اور ہم
مجبوراً کرتے ہیں۔

تائید کے لہجہ میں " ہاں یار یہ تو نوکرشاہی کے ظلم مسلمہ ہیں۔ تم سے کوئی کمی
نہیں کی گئی"۔

غضبناک ہوکر " اگر اب مجھ سے کوئی پوچھے تو میں پہلا شخص ہوں
جو کہونگا کہ بعض دفعہ بڑا ظلم اور بے انصافی کی جاتی ہے۔

ظاہری اثبات کے لہجہ میں " یہ ہمارے اخلاق۔ دھرم اور ملک
کو تباہ کر رہے ہیں"۔

" اگر مجھ سے کوئی پوچھے تو میں بھی آپ کی تائید کرونگا"۔

" جو سچ کا حامی ہے وہ تو یہی کہے گا"۔

... ادھر آیا تو اُسے کہدینا کہ صبح آٹھ بجے اُدھ

آئے اور میرے آنے کی بابت کہدینا۔ اب مجھے ایک جگہ جانا ہے۔ اگر آنا ہوسکا تو ایک گھنٹے تک تمہارے مکان پر آؤنگا (جلدی سے) کتنی دور گئے ہوں گے"۔

"اِدھر مستی دروازہ کے باغ تک گئے ہیں"۔

آہستہ سے "یار یہ بھی اُن کا شریک نہ ہو گیا ہو؟"

"ہو جائے تو اچھا ہے آجکل ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے"۔

بابو بڑے تپاک سے ہاتھ ملا کر جُدا ہوا اور بظاہر دوسری طرف چلا گیا۔ مگر آگے سے ایک گلی سے چکر کاٹ کر اسی بازار میں آگیا۔ اور سیدھا مستی دروازہ کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن آگے جانے پر ایک کرایہ کا ٹانگہ مل گیا۔ اُس پر فوراً سوار ہو کر کوچوان کو حکم دیا "اگر بہت جلدی چلاؤ گے تو میں تمہیں انعام دونگا"۔

ساتواں منظر

پریم ٹانگے میں چُپ چاپ بیٹھا ہوا تھا اور غیر معمولی طور پر رنج محسوس کر رہا تھا۔ اس کی وجہ کیا تھی یہ بات ابھی تک پنہاں تھی۔ اُس کا ساتھی جو اُس سے کسی طرح کم اضطراب میں نہ تھا۔ اِدھر اُدھر دیکھتا جاتا تھا۔ ٹانگہ اگرچہ شہر کے ویران حصہ میں چل رہا تھا اور کسی قسم کا خدشہ نہیں تھا مگر دونو پر خاموشی بدستور طاری تھی۔ اور سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔

غرض باغ کے نزدیک پہنچ کر ٹانگہ چھوڑ دیا گیا۔ اور ایک سبزے سے

گذر کر گنجان درختوں کی اوٹ میں جا بیٹھے لیکن دونوں اب بھی خاموش ہی تھے۔ کہ پریم نے مہرِ سکوت کو توڑ کر کہا۔

"دلیپ سنگھ! جو کہنا ہو مختصر الفاظ میں کہو"۔

اُس کے ساتھی دلیپ سنگھ نے روندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "بالکل مختصر۔ مگر ذرا تحمل تو کرو"۔

آخر اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور اپنی نگاہیں پریم پر جمادیں۔ اور کہا

پریم!——

پریم کی آنکھیں زیادہ چمک اُٹھیں اور اُس کی طرف جم گئیں۔

"پریم! تم ایک بڑے خطرے میں ہو"۔

پریم سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔

"دیکھو میں تمہیں ایک دوست کی حیثیت سے رائے دیتا ہوں"۔

پریم نے ناقابلِ برداشت صدمے سے کہا۔ "کہو اور بہت جلد کہو"۔

"وہ انقلابی کچھ نامناسب کارروائی کرنا چاہتے ہیں"۔

پریم نے تڑپ کر کہا۔ "کیا میرے خلاف"۔ "آپ کے ساتھی"؟

"ہاں میرے ساتھی۔ مگر اب اُن کے خیالات میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور میں اپنے بچاؤ کی تدبیر سوچ رہا ہوں"۔

پریم جلدی سے بولا۔ "کیا تمہاری آپس میں ناچاقی ہو گئی ہے"۔

"نہیں۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ میں اُنہیں غلط راستہ پر دیکھ کر دوسرے میدان میں جا رہا ہوں"۔

"میں نہیں سمجھا"۔

"میں ایک امن پسند جماعت میں جو خونریزی کو گناہ سمجھتی ہے ....

پریم نے سرعت سے کہا "میں سمجھ گیا"۔ پھر رُخ بدل کر بولا "۔ اور آپ کے ساتھی"؟

وہ اپنی ہٹ پر قائم ہیں اور اُسی سے کامیاب ہونا چاہتے ہیں"۔

"یہ تو میں پہلے ہی جانتا ہوں مگر میرا اُن سے کیا تعلق ہے"؟

"بس دوست تعلق تو کچھ بھی نہیں۔ صرف تمہارے نام پر دو چار جگہ سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں جس کا آخر نتیجہ ....

"میرے نام پر ——— مثالاً"۔

"بمبئی سے ایک ٹرنک تمہارے نام پر جِبک کیا گیا ہے۔ اور وہاں کی پولیس میں بیان دیا ہے۔ کہ ہم پریم چند بابو کے ملازم ہیں"۔

کراہت سے "۔ پولیس کے سامنے۔ کیا پکڑے گئے تھے؟"

"نہیں دوست ذرا اطمینان سے سُنو"۔

ظاہری تحمل سے "۔ کہو جلدی کہو"۔

"سنو۔ امریکہ سے جب تم نے ہمارے حالات جاننے کے بعد علیحدگی اختیار کی اُنہیں ایام کا ذکر ہے مجھے ایک دو اخبارات میں معلوم ہوا کہ وہ سوسائٹی جو امن اور ستیہ کی حامی ہے۔ وہ غیر معمولی طور پر کامیابی حاصل کر رہی ہے۔ اور ہندوستان قریباً بیدار ہو چکا ہے۔ بس اس کے بعد فوراً میرے خیالات پلٹ گئے"۔

"کیوں"؟

"دوست اس کی وجہ تم سمجھ سکتے ہو۔ میرے خیالات خونریزی سے ہمیشہ گریز کرتے رہے ہیں۔ اور میں چاہتا تھا کہ ایسی کامیابی جو کسی کو تباہ کئے بغیر نصیب ہو وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ پھر میرے خیالات کے مطابق کامیابی نصیب ہو رہی تھی۔ اُس دن سے میں نے اپنے ارادے کو تبدیل کر دیا اور اپنے دوستوں سے ذکر کیا جس کا انہوں نے بغیر سوچے یہ جواب دیا۔

"بغیر خونریزی کے آزادی ناممکن ہے"۔

تو میں نے آخر اپنی جیں قدر دلائل اور قوت خیالی کا نتیجہ ہے ان پر صرف کیا مگر وہ نہ مانے اور اپنی ہٹ پر قائم رہے"۔

"پھر کیا ہوا"؟

گلوگیر آواز میں "بس اس خوف سے کہ وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا دیں بظاہر اُن کے شریک رہا"۔

"تم نے مجھ سے وہیں کیوں نہ ذکر کر دیا"۔

"اِس لئے کہ تم مجھے غدار نہ تصوّر کرو"۔

"آہ میں ایسا شخص نہیں ہوں۔ اچھا آگے بیان کرو"۔

"بس اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن میں سے میر ایک ہمخیال پیدا ہو گیا۔ اور اپنی بیوقوفی کے باعث اُن سے دُو بدو ہوا۔ اور اس کا انجام اُس کی موت کے سوا کچھ نہ بن سکا"۔

غیر معمولی خیال سے "کون؟"

"مِترا ...... "

"اوہو - مترا وہ جو خوبصورت لڑکا تھا "

"ہاں ہاں - وہی جو تم سے بہت ملا جُلا رہتا تھا اور غالباً آپ کو ہمارے حالات سے وقتاً فوقتاً آگاہ بھی کرتا رہتا تھا - اُسے میرے ظالم ساتھیوں نے جان سے مار ڈالا ہے " -

جلدی سے چونک کر - "مگر اُسے کہاں مارا ہے ؟"

"جب کہ وہ سب باندرہ کی طرف گاڑی پر سوار ہو کر سیر کے لئے جا رہے تھے گاڑی سے دھکا دے دیا "

خوف سے کانپ کر "اچھا پھر ؟"

دوسرے دن جب ہم سب مل کر اپنے مستقبل پر غور کر رہے تھے تو کچھ پولیس کے آدمی ہوٹل میں آ گئے - اُن کے ہمراہ مترا کی لاش تھی - بدقسمتی سے ہوٹل کا چپڑاسی ہمیں جانتا تھا - فوراً پہچان کر بولا " اس شخص کے ساتھی اوپر ہیں اور اس وقت فلاں کمرے میں ہیں " -

" مگر پولیس کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ شخص اسی ہوٹل میں اترا ہوا ہے " ؟

" اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس کی جیب میں سے اُسی حلقہ کی ٹرام کی ٹکٹ نکلی - وہاں پہنچکر یہ بات دریافت کرنا کوئی بڑی بات نہ تھی - کہ یہ کون ہے صاف ظاہر تھا کہ وہ پنجابی ہے - اور مسافر ہوگا - اور اس طرف دھرم سالہ کوئی نہیں ضرور کسی ہوٹل میں اترا ہوگا - ذرا سی کوشش سے پتہ چل گیا " -

" اچھا پھر ؟ "

بس پھر ہم کو بڑی دقّت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور سوائے تمہارے نام یا اپنے فرضی ناموں کے سب کچھ درست بتانا پڑا اور اسے ٹھکانے لگا کر ہم تیسرے دن شام کی گاڑی پر سوار ہوئے"۔

کیا وہاں ٹھیرنے کا کوئی ضروری کام تھا"؟

"نہیں یہ واقعہ تو ہوٹل میں ٹھیرنے کے بعد پیش آیا۔ کام تو کچھ اور تھا"۔

"اچھا اُس پارسل میں کیا ہے جو میرے نام پر بک کرایا گیا ہے"؟

تحمل سے"۔ اُس میں دو صد ریوالور ......

آہ کر کے پریم سر سے پاؤں تک کانپ اُٹھا۔ اور پیشانی پر تیل کی طرح پسینے کے قطرے جھلکنے لگے"۔

دو منٹ کے بعد جب پریم کے حواس درست ہوگئے تو اُس نے پوچھا "مگر تم وہ ریوالور ساتھ کس طرح لائے؟ کیا راستہ میں کسٹم ڈیوٹی والے نہیں ملے"؟

"ایک عجیب ترکیب سے لے آئے"۔

"وہاں کیا کیا؟"

"ہم نے ایک رات پہلے ہی جہاز پر پہنچ کر جہاز کے پچھلی طرف ریوالور والی پیٹی کو مضبوط تاروں سے جہاز کے ساتھ کس دیا تھا۔ اور اُس پیٹی کو لٹکا کر پانی میں غرق کر دیا تھا۔ جو جہاز کے ساتھ ہی چلتی رہی"۔

"پھر؟"

"جب تم اُسی شام بمبئی سے روانہ ہوئے تو ہم دوسرے دن کسی بہانے

سے بندرگاہ پر گئے اور وہاں نگہبانوں کو انعام و اکرام سے خوش کر کے
اپنے مدعا کو حاصل کر لیا"۔
"کیسا خطرناک کام ہے۔ کیا تم کو اُس وقت کسی نے نہ دیکھا؟"
"آہ۔ میں تم کو اُس حالت کا تصور نہیں کرا سکتا۔ واقعی ایک خطرناک
مہم تھی جس میں ہم بمشکل کامیاب ہوئے۔ دس آدمی اور دہ وسور یوالور بڑی
مشکل سے اپنی جیبوں اور رومالوں میں سنبھال کر لائے۔ علیحدہ علیحدہ سڑکوں
سے منزل مقصود پر پہنچے"۔
"پھر اُنہیں میرے نام پر ٹرنک کر دیا"؟
"پہلے تو دلیل نہ تھی۔ مگر جب عین موقعہ پر متراکی بزدلی دیکھی تو اُنہوں
نے خطرہ محسوس کیا۔ اور اِن سب کو ایک ٹرنک میں محفوظ کر کے ہوٹل کے
ایک اور کمرے میں دھر دیا۔ جو اس وقت خوش قسمتی سے خالی تھا (رُک کر)
اور جب اُس کا قصّہ پاک ہو چکا تھا۔ تو پھر ہر ایک اپنے آپ کو خطرہ میں
سمجھتا تھا۔ اس لئے اپنے میں سے کسی بھی نام پر اُس کو بُک نہ کیا اور تمہیں
گمنامی کی بھینٹ چڑھایا"۔
"تم نے بھی مخالفت نہ کی"؟
"افسوس تم سمجھتے ہو میں مخالفت کر کے زندہ رہ سکتا تھا"؟
"مگر ضمیر فروشی بھی تو اچھی نہیں۔ ایسی زندگی اور قربانی پر لعنت ہے۔ جو
غلامی سے بدتر ہو"۔
"بیشک مگر اِس کے ساتھ ہی ایک کی زندگی کا سوال نہیں رہتا۔ بلکہ

ہزاروں اور لاکھوں کا مدار ہے جو اُن کی طفل آزاد ہو سکتی ہیں۔ خواہ اب ہمارے قیاسات کے مطابق وہ ایک نغو پن کو تکمیل دینا چاہتے ہیں اور کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ایسی حالت میں اُن کا محتاط ہونا ہم سے غائت درجہ حق بجانب ہے۔"

"تو اب آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ اور خود کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"بس میرا مطلب جو تھا وہ صاف ہے میں خود تو وطن کا پرستار ہوں مگر خونریزی سے مجھے نفرت ہے۔ اس لئے میں دوسری طرح سے پرچار کرونگا۔ اور تم اپنے بچاؤ کے لئے جو طریقہ مناسب سمجھو اختیار کرو۔ کل صبح ۱۱ بجے شام واس وہ ٹرنک چھڑا لئے جائیگا۔ اور قریب کے مونی ہوٹل میں جہاں انہوں نے ایک کمرے کا انتظام کیا ہوا ہے۔ وہیں اُس ٹرنک کو پہنچایا جائے گا۔"

"تمہارے سب ساتھی تھیلیں ہیں"

"نہیں۔ ایک دو اور تین آدمی اور یہاں موجود ہیں۔ باقی سب اپنے اپنے گھروں کو گئے ہوئے ہیں۔ اور دس دن کے اندر اندر شام واس کے مکان پر جمع ہوں گے۔"

"کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس خطرے سے حکام کو مطلع کر دیا جائے۔"

"نہیں۔ میں یہ نہ کرونگا۔ اور نہ آپ کو کرنا چاہئے۔ ہماری ایک دو زندگیوں سے سینکڑوں آدمی ذبح ہو جائیں گے لیکن اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو تو کل اُس ہوٹل میں پہنچ کر شام واس سے دستخط عام کہو کہ مجھے اس جھمیلے

میں نہ گھسیٹو میں کمزور دل کا آدمی ہوں ۔ میں نے اگر تم سے دوستی کی اور اپنا ایڈیلیس
بنایا تھا تو کسی با امن شہری کے ـــــــ طور پر اور امن ۔ شانتی اور خوشی
کی خبریں سننے کے لئے ۔ میرا خیال ہے کہ وہ اس طرح منت خوشامد کی باتیں
سن کر تم سے سچا وعدہ کرے گا اور آیندہ خود اور اپنے ساتھیوں کو تم سے چھیڑ
چھاڑ سے باز رکھے گا ۔ اگر اس نے تمہارے ساتھ وعدہ کر دیا تو پھر شریف
آدمیوں کی طرح پورا کریگا"۔

"تو آپ کے خیال میں مجھے اسی طرح کرنا چاہئے ؟"

"تم بغیر کسی اندیشہ کے اس کے پاس جاؤ ۔ وہ تمہاری نیکی اور پاک
خیالی کو محسوس کریگا ۔ بلکہ اس گستاخی کے عوض تم سے معافی کا خواستگار ہوگا
وہ ایک صاف دل انسان ہے ۔ اگرچہ اپنے قانون کا بڑا پابند ہے"۔

"تو اب ہمیں واپس جانا چاہئے"۔

"ہاں ۔ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا ۔ اب ہمیں واپس چلنا چاہئے"۔
دونو اس جگہ سے اُٹھے اور خاموشی سے سڑک کی طرف جانے لگے اس
وقت ہم نے دیکھا کہ اس جگہ سے جدہر وہ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے
ایک شخص درخت کے تنے سے جو کھو کھلا تھا باہر نکلا اور شیطانی ہنسی
ہنستا ہوا آہستہ آہستہ اُن کے تعاقب میں ہو لیا ۔

آٹھواں منظر

پریم چند جس وقت اپنے بازار میں پہنچا اور دیکھا دولت رام بدستور کھڑا انتظار کر رہا ہے تو منٹ بھر کے لئے خیالات سے مخلصی پا کر اسکی نسبت سوچنے لگا۔ مگر وفعتاً خوف کے باعث جو دلیپ سنگھ کی گفتگو سے اُس پر طاری ہوا تھا کانپ اُٹھا۔ اور اُس سے کوئی بات کئے بغیر اپنے گھر کی طرف چلا گیا۔

اُس وقت دولت رام اگرچہ اُس کی سرد مہری کا مطلب نہ سمجھا۔ مگر اپنے خیالاتِ عظیم کے بحر میں غوطے کھاتا رہا۔ اتنے میں وہ حریص چشم بدسیرت شخص جو چندرہ کے پاس ملازم تھا اور اس سے کچھ دیر پہلے مل چکا تھا اُس کی نظر پڑا۔ وہ بظاہر خوش خوش معلوم ہوتا تھا۔ مگر اندر سے چاہتا تھا جہاں تک جلد ہو سکے اِس سے چھٹکارہ پا کر واپس جاؤں"۔

دولت رام کو ایک ذریعہ معاش کا نظر آیا تھا۔ مگر اُس کی اِس سرد مہری نے اس کے خیالات کو گرداب میں ڈال دیا۔ اِس لئے وہ اِس مصنوعی جنٹلمین سے ربط ضبط پیدا کرنے کی خاطر اِس وقت زیادہ جوش سے ملا۔ بابو نے اُس کا مطلب سمجھ کر اُس کو خود ہی اِس طرح یقین دلایا۔ "دوست تمہاری بے روزگاری کو دیکھ کر میرا دل کڑھتا ہے۔ کئی بار میں نے ارادہ

کیا کہ میں تمہیں اپنے پاس رکھ لوں - مگر مالکہ کے اصرار و اطوار نے مجھے اس دردِ دلی سے مایوس رکھا ہے اب خواہ کچھ بھی ہو میں تمہارے لئے کل صبح کوئی سبیل پیدا کردوں گا - تم میرے پاس دو بجے کے قریب آنا میں تمہیں سب کچھ بتادوں گا"۔

دولت رام نے اُس کی ظاہری باتوں پر یقین کر کے ہمدردی سے اُس کی طرف دیکھا اور صرف یہ کہا "اگر اپنے پاس کام نہ ہو تو اور کسی جگہ پر ہی کرا دو۔ اب میرا دل شریفانہ زندگی بسر کرنا چاہتا ہے"۔

"تو تم بلا خوف میرے پاس چلے آنا - اب میں جاتا ہوں بڑا ضروری کام ہے"۔

دولت رام سے جدا ہو کر وہ ایک رئیس کے مکان میں جا داخل ہوا یہ رئیس بڑے بڑے لوگوں کو جوا کھلایا کرتا تھا - اور خود دلالی کے علاوہ ڈگنے اور چوگنے اس طرح سے کرتے تھے - جب کوئی امیر زادہ کھوٹی قسمت سے ہار جاتا تھا - تو سخت حیرانی کے موقعہ پر جب وہ روپیہ پاس نہ ہونے کی وجہ سے اضطراب کی حالت تک پہنچ جاتا - تو یہ اُسے رفیقانہ بناوٹ سے کہتے "اگر اور کھیلنا چاہیں تو کھیل سکتے ہیں - جتنے روپے کی ضرورت ہو حکم کو میں دینے کو تیار رہوں"۔

اُس وقت وہ جو کچھ سوچ سکتا ہے ناظرین قیاس سے سمجھ سکتے ہیں وہ حالت از خود رفتگی میں جو کچھ کوئی لکھایا چاہتا ہے - بغیر عذر لکھ دیتا ہے اُس وقت اُسے صرف اتنا خیال ہوتا ہے - کہ روپیہ مل جائے شرح سود کی پرواہ نہیں ہوتی"

امیروں کے نوجوان ناتجربہ کار لڑکوں سے مل کر اُن کے ساتھ تعلقات پیدا کر کے اُن کو چاہِ ضلالت میں گرا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنا اُن رئیس صاحب کا کام تھا۔

ایسی کوئی سبھا یا سوسائٹی نہ تھی جس میں اُن کا شمار نہ ہوتا ہو۔ اگر کوئی شادی یا ضیافت کا موقع ہوتا یا کوئی قومی یا سماجی مشغلہ ہوتا تو یہ اپنے فریب شعار سے لوگوں کو اپنی خدمات کا قائل کرتے۔ لہٰذا قیاس عامہ نے انہیں زیادہ ستمگار بنا دیا تھا جس سے وہ اپنے باطنی حصول میں زیادہ مساعی نظر آتے تھے۔ غرضیکہ وہ ایک شریف وضع بدمعاش تھا جس کے پاس ہمارے ناول کا ایک خود غرض اور حریص ہیرو جاتا ہے۔ اور دیکھتا کیا ہے "کہ خوش قسمتی سے اُس وقت رئیس اکیلا بیٹھا ہوا ہے۔ کمرہ اگرچہ آتنا بڑا نہیں مگر پھر بھی سجا ہوا ہے۔ رئیس مذکور گاؤ تکیہ لگائے حقے کی نے منہ میں لئے بیٹھا ہے۔ اور کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہے"۔

بابو نے جا کر ہاتھ جوڑ کر رام رام کی اور اُن کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ اُنہوں نے بھی سر کے اشارے سے جواب دیا۔ اور غور سے اُسکی طرف دیکھنے لگے۔

لحظہ بھر سکوت کے بعد بابو نے کہا "کیا آپ نے اس کو پڑھ لیا"؟

اُس فریب چشم امیر نے کہا "ہاں"۔

"پھر آپ کا کیا ارادہ ہے"؟

قدرے تبسم سے "میرا یا آپ کا"؟

"میں نے تو عرض کر دیا تھا بس اس سے زیادہ نہیں دے سکتا"۔

"آپ نے ......

بابو نے قدرے ترشی سے جواب دیا۔ "تو کیا میں بھی سوچ لوں"۔

"ہاں" اس نے جواب دیا میں نے تو سوچ لیا ہے"۔

تو پھر نہ لینے کی صلاح ہوئی۔ نوجوان نے افسردہ آواز میں کہا۔ دیکھو اگر اس بات کا پتہ بھی لگ گیا تو ایک لاکھ کی رقم بھی ساتھ ہی جائیگی۔

نوجوان نے تعجب سے کہا"۔ بڑی حیرانی کی بات ہے جب ہر طرح یقین دلایا جاتا ہے اور بچنے کے وسائل بھی موجود ہیں تو پھر خطرہ کیسا؟"

سر ہلا کر۔ "تمہیں پتہ نہیں آدمی سوچتا کچھ ہے ہوتا کچھ ہے"۔

جناب عالی"۔ ایک لاکھ کے تو صرف ریشم کے بنڈل ہی ہیں جنہیں ٹھکانے لگا کر آپ اپنی رقم وصول کر سکتے ہیں"۔

لاپرواہی سے "۔ ہاں تمہارے کہنے سے تو سولہ لاکھ کا مال ہے۔ مگر بیچتے وقت پتہ نہیں کتنی مشکلات سے گذرنا پڑتا ہے۔ اور بعض اوقات روپے کے چار آنے ملنے بھی مشکل ہو جاتے ہیں"۔

"آخر آپ کے حساب پر بھی کس قدر منافع ہے"؟

"بیشک۔ مگر خرچ نہیں گنا۔ ایک لاکھ ہی اوپر سمجھو"۔

حیرانی سے"۔ ایک لاکھ اوپر کیسے؟"

"پکڑنے والوں کا منہ بند کرنے کے لئے۔ تم نہیں جانتے میرا تو حرکت کرنا بھی سونے کے مول ہے"۔

بابو نے کہا "یہ تو میں جانتا ہوں مگر اتنی رقم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
تمسخر سے مسکرا کر "تم کیا سمجھتے ہو ——— ذرا دیوالی ہوتی ہے۔ تو
صرف میری بیٹھک کا ایک لاکھ جھکتا ہے۔ بتاؤ شہر میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
"خواہ آپ کو اتنا منافع ہو یا نہ ہو؟"
"ہیں خواہ جیوں یا مروں"۔
ذرا نرم ہو کر "آپ انصاف کریں۔ اس طرح ٹھیک نہیں"۔
"بس انصاف یہی ہے۔ اگر منظور ہے تو لکھا پڑھی کر لو۔ کل موقع
بھی اچھا ہے۔ سب کچھ درست ہو رہے گا"۔
"وہ سب کچھ تو ہو رہے گا (دل میں) چند گھنٹوں کا کام ہے"۔
چونک کر "اگر موٹر بھی دو تو"۔
جلدی سے "نہیں نہیں وہ پہچانی جائے گی۔ اسے اندر ہی جلنے دو"۔
"کیا مجال ہے جو پہچانی جائے۔ ہم اسے ٹھیک کر لیں گے۔ نمبر چھچہ اور
رنگ بدل جانے سے سب کچھ ٹھیک ہو جائیگا"۔
"اور اس کے اندر"؟
"ادھر ایک ٹوٹا ہوا پنجر رکھ دیں گے۔ میرے پاس وہ بھی ہے"۔
"یہ تو ٹھیک ہے مگر موٹر کا کیا دو گے؟"
"اس کا کیا لینا ہے۔ جانے بھی دو۔ اس پر محنت بھی تو ہو گی"۔
"ہنس کر۔ تو اسے وہیں رہنے دیں"۔
رئیس نے غصہ سے کہا "بیوقوف! ادھر خواہ جل جائے لیکن کسی

کے کام نہ آئے۔ کیسا بیہودہ خیال ہے"۔

"مگر آپ بھی تو بے انصافی کرتے ہیں آٹھ ہزار کی موٹر دو سو پر"۔

غصّہ سے "تم نے کونسا چیک کاٹ کر دیا ہوا ہے جو آٹھ ہزار آٹھ ہزار بک رہے ہو" (نرمی سے) "ہاں جانے دو بڑی بات نہیں ہے"۔

آخرکار بابو نے کچھ چہرے کی طرح نرمی اختیار کی۔ رئیس سمجھ گیا حریف ہتھیار ڈال چکا ہے۔ فوراً کاغذ قلم۔ دوات نکال کر کہا۔ "لکھو نا کہ کل سب کچھ انجام پہنچایا جائے"۔

"آدمی سب آپ کے ہو گئے"۔

"سب کچھ میرا ہی ہوگا۔ تم بے فکر رہو"۔

یہ سنتے ہی بابو نے قلم اُٹھایا اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لکھنے لگا رئیس نے کہا "پہلے مجھے تو سنا لو کیا لکھو گے؟"

اُس نے کہا۔ ابھی تک تو کچھ نہیں لکھا۔ آپ بولتے جائیں میں لکھتا جاتا ہوں۔

چنانچہ رئیس نا سمجھی کی ہنسی کھانستے ہوئے متانت آمیز لہجہ میں عبارت بولنے لگا۔ اور وہ قلم کو دبا دبا کر لکھنے لگا۔ چند منٹ میں کام انجام پا گیا۔ دوران تحریر میں کوئی لیت و لعل نہ ہوئی۔ آخر رئیس نے کاغذ ہاتھ میں لے کر مسکراتے ہوئے پڑھا۔ اور غیر معمولی بشاشت سے جو اُس کی ضبط کن آنکھوں سے عیاں تھی کہا بس اب ٹھیک ہو گیا ہے اور اُس کے ساتھ ہی اپنے تکیئے کے نیچے سے ایک پلندہ نوٹوں کا نکال کر اُس کے آگے

پھینک دیا اور کہا "یہ دس ہزار ہیں۔ باقی کل رات کو سمجھ لیں گے"۔
متانت سے "ہاں مگر آپ نے نہیں لکھا"۔
لاپرواہی سے "وہ کل رقم کے ساتھ ہی دیدیا جائیگا۔ فکر نہ کرو"۔
"بھول نہ جانا۔ یہ ضروری کام ہے"۔
"واہ۔ یہ بھی کوئی بات ہے۔ ہم اور بھول جائیں"۔
رئیس ایک عجیب انداز سے بولا "اگر تم حکم دو تو یہ بھی پھاڑ دوں اور اس
کی ضرورت بھی کیا ہے۔ انسان کی تو زبان ہی ہوتی ہے"۔
"نہیں نہیں اس کا رہنا ہی اچھا ہے۔ کیا معلوم کل کو ہم دونوں کی کیا
حالت ہو۔ اور نیّت کیسی ہو جائے۔ یہ تحریریں ہی ہماری زبانوں کو قابو
میں رکھیں گی"۔
دل میں "بیوقوف جانتا نہیں میں کون ہوں۔ اگر ان تحریروں پر ہی دارو
مدار ہوتا تو میں آج تک گھوسی ہی بنا رہتا"۔
مسکرا کر "اچھا یار اب تو خوش ہو نہ اور بتاؤ کیا کام ہے"؟
چونک کر۔ "میں نے ایک چٹھی لکھنی ہے۔ چاہتا ہوں یہیں بیٹھ کر لکھ
لوں۔ اتفاق سے قلم۔ دوات اور کاغذ موجود ہے"۔
"بڑی خوشی سے لکھو"۔
بابو نے ایک چٹھی مندرجہ ذیل مضمون کی لکھی:۔
"حکومت کے امن پسند حامیوں کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ ایک گروہ
جس کا مقصد محض ہندوستان میں انقلاب پیدا کرنا ہے۔ امریکہ سے

۲۰۰ ریوالور اور دیگر جنگی سامان لے کر وارد ہندوستان ہوا ہے ۔ مخبر اُن کا ایک اہم شریک ہے ۔ مگر اختلافِ رائے سے اُن کا ساتھ چھوڑتا ہے اور جناب منتظمانِ حکومت کو اطلاع دیتا ہے کہ کل گیارہ بجے کے قریب ریلوے مال گودام سے وہ پارسل جس میں مذکورۃ الصدر اسلحہ جات موجود ہیں چھڑانے والے ہیں۔ گروہ مذکور کا زبردست رکن مسمی پریم چند ایک نوجوان شخص ہے ۔ جس کے نام پر پارسل بمبئی سے بُک ہو کر آیا ہے ۔ اور اُن کا ارادہ ہے کہ سامان جنگی کے آدمیوں سے بچانے کی خاطر قریب کے موتی ہوٹل میں پہنچایا جائے اور وہاں سے وقتاً فوقتاً کسی محفوظ مقام میں لے جائیں ۔ اس لئے بندہ ادب سے گذارش کرتا ہے کہ میرے ہم شریک مسمی شام داس کو جو حکومت کا زبردست دشمن ہے ۔ مگر حریص ہونے کے باعث فوراً اپنے آپ کو جان بخشی کے لالچ میں آپ کے رحم پر ڈال دیگا جس کا نتیجہ یہ ہوگا ۔ کہ اُس کے سب ساتھی آپ کے قبضہ میں آجائیں گے ۔ نیز وہ شخص پریم چند بھی اُس کے ساتھ ہی ہوگا ۔ واضح رہے کہ اگر شام داس کو سرکاری گواہ بنا کر اُس کے ساتھ رعایت نہ کی گئی تو وہ کٹ مرنا قبول کریگا مگر اپنے ساتھیوں کا راز عیاں نہیں ہونے دیگا ۔ آپ کو ایسے کارآمد اور مفسدہ پرداز شخص سے بہتر سلوک کرنا لازمی ہے بمبئی ۲۸ جون کا تازہ واقعہ ہے کہ ان میں سے ایک کو ان سے کسی بات میں اختلاف ہو گیا ۔ تو فوراً سب کی نظروں میں کانٹا سا کھٹکنے

لگا۔ سیر کے بہانے سے اُس کو ساتھ لے گئے اور شام کے وقت ایک
ٹرین کے علیحدہ کمرے میں سوار ہو گئے۔ جب ٹرین دو اسٹیشنوں کے
درمیان سنسان میدان میں پہنچی تو دروازے سے دھکا دے کر موت
کے گھاٹ اُتار دیا۔ اِس کا ثبوت آپ بمبئی پولیس سے حاصل کر سکتے
ہیں۔ ان کے قانون کی خلاف ورزی کرنے والے کی سزا موت ہے میں
اِسی باعث اِن کی شرکت چھوڑتا ہوں۔ اور حکومت کو خطرناک گروہ کی
حرکات سے مطلع کرتا ہوں"۔ (دلیپ سنگھ)

جب چٹھی ختم کر چکا تو میں نے دوسری طرف منہ پھیر کر کہا "یہ کدھر دیکھنے
لگے ہو؟"

قدرے سہم کر "امرت سر۔ اپنے بھائی کی طرف"۔

"اچھا خیر"

اُس نے زیادہ پوچھنا مناسب نہ سمجھا چپ ہو رہا۔ بابو صاحب چٹھی
کو جیب میں ڈالتے ہوئے بولے "میں کل شام کو سات بجے حاضر ہونگا"۔

"ہاں ہاں سات بجے"۔

"رام رام۔ اب جاتا ہوں"۔

"رام رام۔ جائیے"۔

بابو صاحب مکان سے نیچے اُتر کر اُس طرف کو گئے۔ جدھر ملک کے
بدکیش و غدار لوگوں کے مکان تھے۔ اور جن کی حفاظت کے لئے سنگین
پہرے مقرر تھے"۔

نالواں منظر

جس رات پریم کی دلیپ سنگھ سے ملاقات ہوئی تھی وہ رات اول الذکر کے لئے کیسی ثابت ہوئی اس کا بیان کرنا آسان نہیں ہے۔ صرف اتنا بتا دینا کافی ہوگا۔ کہ وہ تمام رات اُس کی اختر شماری اور بے قراری میں کٹی اور صبح ہونے پر اُس کی شکل بالکل مریضوں کی طرح نحیف و زار دکھی گئی۔

ماں نامعلوم وجہ سے لالہ لکھمی رائے کے مکان کی طرف گئی اور واپس آنے تک اُسے کہہ گئی کہ وہ کہیں باہر نہ جائے۔ جس کے باعث چارپائی سے اُٹھا ٹٹی وغیرہ سے فارغ ہو کر نہایا۔ اِس کے بعد کپڑے وغیرہ پہن کر مکان سے باہر نکل کر ٹہلنے لگا۔

اُس نے تھوڑی دیر کے بعد سامنے کی طرف دھیان کیا تو دیکھا۔ کہ چندرو کا ملازم (بابو) آتا نظر آیا۔ اُس نے بابو کو آتے دیکھ کر اپنے غمزدہ چہرہ کو بشاشت سے بدل کر اُس کا استقبال کیا۔ اور اُس کے نزدیک آنے پر پوچھا "آپ خوش تو ہیں"۔

بابو نے کہا "ہاں شکر ہے۔ آپ خوش ہیں"۔ غور سے دیکھکر "طبیعت تو اچھی ہے۔ کیوں چہرہ کچھ اُترا ہوا معلوم ہوتا ہے"۔

طبیعت کو سنبھال کر "ہاں۔ مگر کوئی خاص وجہ نہیں"۔

دل نے جواب دیا "کیوں نہیں؟"

"کیا دنیا والے اسی طرح کامیاب ہوتے ہیں"۔

"بیشک"۔

"کیا دھوکہ فریب اور جعل سازی کے بغیر انسان اپنی مراد تک نہیں پہنچ سکتا"۔

"نہیں"۔

"مگر مخالفت کیوں کی جاتی ہے"؟

"وجہ ــــــ وجہ بڑی عظیم قربانیوں کے بعد بھی معلوم نہیں ہو سکتی"۔

"وجہ کا پالینا ایک قدرت کو پالینا ہے"۔

چونک کر "کیا یہ بات ہے"۔

دنیا دی لطافت سے "ہاں تیری قدرت آزاد طبیعت چندرہ کی آنکھوں میں ہے۔ ہونٹوں میں ہے۔ ابروؤں میں ہے"۔

اُس قدرت کو حاصل کرنے کے لئے سب کچھ قربان کر۔ سب کو قربان کردے۔ سب دُنیا کے عیش ونشاط کو قربان کردے۔ تب وجہ معلوم ہو سکے گی"۔

رنگین چشمی سے "بیشک وہ ایک چاند ہے۔ میں چکور ہوں۔ وہ جل ہے میں مین ہوں۔ وہ پھول ہے میں بلبل ہوں۔ میں اُسے حاصل کرنے کے لئے سب کچھ قربان کردونگا۔ سب کو قربان کردونگا۔ او برہم جا۔ اور ہمیشہ کے لئے جا۔ اور دیکھ عاشق صادق کس طرح اپنے انتقام کو پورا کرتے ہیں۔ نہ تو اپنے وطن میں آتا اور نہ اِس طرح کی دُور بینی کا شکار ہوتا

"آپ کی آنکھوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے ساری رات جاگتے رہے ہیں؟"

پریم نے سر ہلا کر کہا "بیشک۔ آج بہت رات تک نیند نہیں آئی"۔

"میں کل شام کو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ مگر آپ مکان پر موجود نہ تھے"۔

پریم نے گھبراہٹ سے کہا "ہاں۔ آپ نو بجے کے قریب آئے ہونگے"۔

"تقریباً یہی وقت تھا"۔

"اُس وقت مجھے ایک دوست کے گھر جانا پڑا تھا۔ اس لئے نہ مل سکا کہئے کیا حکم تھا"۔

"اُنہوں نے بُلا بھیجا ہے"۔

جلدی سے "اُن کو کہہ دینا کہ میں بارہ بجے کے قریب آؤں گا۔ ابھی مجھے اسٹیشن پر کچھ کام ہے"۔

"اگر ہمارے لائق ہے تو آپ جانے کی کوشش نہ کریں"۔

شکریہ ادا کر کے "نہیں دوست وہ میرے جانے سے ہی ہو گا"۔

بابو نے دل میں کہا "خدا ایسا ہی کرے"۔ بلند آواز میں "تو پھر میں جا کر کہہ دوں کہ بارہ بجے تک آئیں گے"۔

"ہاں۔ پہلے آنے سے معذور ہوں"۔

بابو صاحب دل میں بڑے مسرور تھے۔ خوشی خوشی واپس لوٹے اور اپنے دل سے مخاطب ہوا "کیا اب کامیابی ہوگی"۔

اِس قسم کے خیالات تھے جو اُس کے دِل و دماغ میں گشت کر رہے تھے وہ اپنے خیالات میں محو چلا جا رہا تھا۔ کہ یکلخت ایک شخص نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے کہا:-

"رام دمن!"

اُس نے کانپ کر اُس کی طرف دیکھا اور پھر حواس درست کر کے کہا "آئیے۔ مزاج شریف"۔

"آپ اِدھر پھر رہے ہیں"۔

مصنوعی تبسم سے "یار اُسی چھوکرے پریم کو بلانے آیا تھا"۔

"اچھّا"۔

"مگر یار آج تو اُس کا چہرہ اُترا ہوا ہے۔ میں اُسے پہچان نہ سکا"۔

اُس شخص نے مسکرا کر کہا۔ "وہ ایک مصیبت میں گرفتار ہے"۔

"کیا۔ یار مجھے بتاؤ۔ اگر مجھ سے ہو سکے تو میں کچھ اُس کی مدد کروں"۔

ناصحانہ انداز میں "نہیں تم دخل نہ دو"۔

"کیوں کیوں کوئی خطرناک کام ہے۔ یار رات کو دلیپ سنگھ کی نسبت تم نے مجھے بتایا تھا۔ وہ آدمی بڑا خطرناک ہے۔ اُس کے ساتھ گیا ہے۔ اُس وقت سے میں پریشان ہوں"۔

"ہاں ہاں اُسی کے ساتھ مل کر اُسے مصیبت معلوم ہو رہی ہے"۔

"پرماتما اُس کو بچائے۔ بیچارہ شریف لڑکا ہے۔ اُسے تو اِن باتوں سے مطلب نہیں"۔

بابو (رام دھن) نے اصرار سے کہا "بتانے میں کچھ ہرج ہے؟"
وہ شخص جسے ہمارے ناظرین اچھی طرح جانتے ہیں کہ دولت رام تھا۔ اور شب گذشتہ کو پریم کے ہمراہ ٹانگے میں سوار ہو کر اپنے دُکھ درد بیان کر رہا تھا۔ یکایک زرد ہو کر بولا:۔

"بار جانے دو۔ مجھے تمام رات نیند نہیں آئی۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ بارہ بجے تک صحیح سلامت رہے۔ اس کے بعد کوئی خطرہ نہیں۔ میں اُسے ایک مشورہ سے مستفیض کروں گا"۔

دل میں مسکرا کر "مگر دوست مجھے بتانے میں کچھ ہرج ہے۔ کیا میں آپ کے دوستوں میں نہیں ہوں"؟

"آہ۔ دوستوں میں کیوں نہیں ہو۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ یہ بات دو دلوں سے باہر نہ نکلے۔ کم از کم چند ہفتوں تک"۔

"میں وعدہ کرتا ہوں"۔

"مگر مجھے بتانے میں کچھ فائدہ بھی تو نہیں ہوگا"۔

یہ کہہ کر دولت رام نے سلسلہ کلام کو بدل دیا۔ اور یوں کہا "تم کدھر جا رہے ہو؟"

رام دھن سمجھ گیا یہ بتانے سے گریز کرتا ہے۔ مگر وہ بات جس سے اُسے اتنا خدشہ ہو رہا ہے اُسے اچھی طرح معلوم تھی۔ بلکہ وہ اُس میں سازش کر چکا تھا۔ اُس نے لاپرواہی سے کہا "اچھا بھئی اگر تمہیں کسی دوست پر اعتبار نہیں تو نہ بتاؤ"۔

"اعتبار۔ آہ اعتبار تو ہے۔ اور میں تمہاری مدد کا محتاج بھی ہوں۔ مگر بتانے میں کوئی خاص فائدہ نہیں دیکھتا"۔

"ہاں اگر تم کچھ دیکھنا چاہتے ہو تو بارہ بجے تک میرے ساتھ رہو میں تمہیں اُس وقت سب کچھ بتا دوں گا"۔

"اگر وہ اپنی اصلی حالت پر نہ رہا اور دیکھنے میں نہ آیا؟"

سمجھ کر "تو چلو۔ میں چلنے کو تیار ہوں۔ میرے پاس موٹر ہے۔ میں ڈرائیور کو چھٹی دے دیتا ہوں اور دونو چلتے ہیں"۔

"ہاں تو یہ ٹھیک رہیگا ———— مگر میں تم سے ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کیا اگر وہ بارہ بجے تک اپنی اصلی حالت پر قائم رہا تو مجھ سے پوچھنے کا اصرار تو نہ کرینگے"۔

"نہیں نہیں۔ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے۔ میں تو چاہتا ہوں۔ خواہ وہ میرا رقیب ہی ہے اور میری معشوقہ کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔ مگر کسی طرح کی اذیت میں گرفتار نہ ہو۔ اور اپنی زندگی کو شریفانہ طور سے گذارے میں خواہ زہر کھا کر مروں یا بلندی سے گر کر۔ مجھے اپنا خیال نہیں ہے۔ دوست! مجھے اس سے نامعلوم طور پر محبت ہو گئی ہے۔ اور میں اُسے اور اُس کی معشوقہ دونوں کو صرف دیکھنے سے ہی زندہ ہوں۔ مجھے اور کوئی خواہش نہیں ہے"۔

"شاباش۔ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی قربانی نہیں۔ جو اپنے نفس کو مار دوسرے کی خوشی کو پسند کرتا ہے۔ دوست مجھے تم سے خاص ہمدردی

ہوئی ہے اور میں تمہیں صرف دو جملوں میں سارا راز بتا دیتا ہوں جس کے
بتانے میں مجھے اس قدر پس و پیش تھا۔ سنو! وہ لڑکا بے گناہ ہے۔ لیکن
انقلاب پسند اُسے اپنے ساتھ گنا ہگار بنا رہے ہیں"۔

"یعنی اُسے اپنے ساتھ ملنے پر زور دے رہے ہیں"۔

"ہاں۔ کیونکہ اُس کی حالت اُن کے حسب منشاء ہے۔ اور اُس کی طفیل وہ
بڑی دور تک پہنچ سکتے ہیں"۔

"مگر دوست تم نے کس طرح پتہ لگایا؟"

"آہ! میں رات کو دلیپ سنگھ کے ساتھ جب وہ سائیکل لینے آیا تھا
تو کچھ دور تک گیا تھا۔ اُس سے میں نے اپنی مصیبت کا حال بیان کیا۔
اور ساتھ ہی جیسی میری حالت ہے۔ اور ساتھ ہی اُس کے ساتھیوں کو خوب
کوسا جس سے اس نے میرے خیالات کو مستحکم کرتے ہوئے کہا۔

"کچھ دن صبر کرو۔ اِن مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائیگا"۔

غرض میں اُس سے بہت دور جا کر جدا ہوا۔ اور جب وہ سائیکل پر سوار
ہوا تو میں نے دیکھا اُس سے ایک اِس قسم کا آدمی مِلا جس کو میں تصور جانتا تھا
اور اُس کی نسبت بڑی خوفناک حکایتیں سنی ہوئی تھیں۔ چنانچہ میں نے آنکھ
بچا کر اُن کا تعاقب کیا۔ اور آخر ایک بیٹھک پر جو میرے لئے نئی نہ تھی جس
پر ایک دفعہ پیشتر بھی میں جا کر دلیپ نہ اُنہیں ایک عزیز کی گفتگو سُن چکا تھا
اوپر جا کر سُنا۔ اور اُن کی گفتگو سے اندازہ لگایا کہ وہ پریم کو اپنے ساتھ
شامل کرنا چاہتے ہیں۔ اور دوسرے شخص نے کہا۔ اچھا بارہ بجے کے بعد

دیکھا جائیگا۔ پہلے وہ کام تو کرلیں"۔

ظاہری اضطراب سے "۔ ساری گفتگو کا مطلب کیا نکالا؟"

بس یہی کہ ابھی بارہ بجے تک تو وہ مصیبت میں ہے۔ اور یقینی اس کا انداز اس سے پوشیدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ دلیپ سنگھ کی گفتگو سے کچھ سرد مہری سی عیاں ہو رہی تھی۔ جیسے کہ کسی کا ظاہر اور باطن ایک جیسا نہیں ہوتا"۔

"ہاں۔ تم کوئی کم قیافہ شناس نہیں ہو۔ ایسا ہی ہوگا اور یقینی اُس نے کوئی بات ایسی ہی پریم سے کہی ہوگی۔ جس سے اُس کی ایسی حالت ہوگئی ہے اور اپنی جان سے عزیز چندرہ کو اس رو کھاوٹ سے جواب بھیجا ہے کہ میں بارہ بجے سے پہلے آنے سے معذور ہوں"۔

کیا اُس نے کہا ہے کہ ۱۲ بجے سے پہلے نہیں آسکتا"؟

"بلکہ یہ بھی کہ مجھے اسٹیشن پر کچھ کام ہے۔ جب میں نے کہا کام ہم کر آتے ہیں۔ آپ نہ جائیں۔ تو چونک کر بولا "نہیں وہ کام تمہارے کرنے کا نہیں ہے۔ میں خود ہی کرونگا"۔

"بس بس میرا قیافہ غلط نہیں۔ میں نے جو کچھ سوچا وہی نکلا"۔

"اچھا اب یہ بات ہے کہ ہم بھی دونوں اسٹیشن کی طرف چلیں گے اور پوشیدہ طور پر اُس ہوٹل میں جس کا دلیپ سنگھ کے ساتھی نے اُس سے ذکر کیا تھا۔ جا کر کھانا کھائیں گے۔ اور اگر ایسی ہی کوئی بات ہوئی بھی تو اُس کی کچھ مدد کرینگے"۔

"ہاں ضرور چلنا چاہئے۔ میرا بھی یہی خیال ہے"۔
"ممکن ہے ہم اُس کی کچھ مدد کر سکیں"۔

دسواں منظر

پریم اسٹیشن کی ڈیوڑھی میں پہنچ کر متجسس نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اور کچھ سوچ رہا تھا کہ ایک طرف سے کسی نے نرم آواز میں کہا۔
"بھائی پریم"!
پریم نے مڑ کر دیکھا تو بڑا خوش ہوا۔ بسرعت سے اُس لڑکی کی طرف گیا۔ جو موٹر میں بیٹھی کسی کا انتظار کر رہی تھی۔
"آپ کہیں جا رہے ہیں؟"
لڑکی نے وفورِ مسرت سے چہک کر کہا "نہیں"۔ "آج بھائی نے آنا ہے"
"کیا کشن سنگھ نے آنا ہے؟"
"ہاں"۔
"تو میں بھی اُن کے استقبال کو جاؤنگا۔
"کل اُن کا تار آیا تھا کہ موٹر اسٹیشن پر بھیج دینا"۔
"تو کتنی دیر اور لگے گی؟"
"ڈرائیور گاڑی دیکھنے گیا ہے"۔

وہ ابھی کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ کسی نے قریب سے آکر بلند آواز میں کہا "سردار صاحب آ گئے ہیں"۔

آدمی یہ کہہ کر چلا گیا۔

لڑکی پریم کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھ کر بولی "آپ اس وقت کوئی تذکرہ نہ کریں"۔

"نہیں نہیں۔ یہ بھی کوئی موقعہ ہے۔ مجھے خود بھی کچھ اور کام ہے پہلے اُسے کر لوں"۔

"ہاں کر لو۔ میرا ابھی یہی خیال ہے کہ آپ علیحدہ طور پر آئیں"۔

پریم نے بھی یہی مناسب سمجھا اور اُسے محبت سے دیکھتا ہوا ایک طرف کو چلا گیا اور منہ میں کہتا گیا "مجھے بمشکل دس منٹ لگیں گے"۔

ہمارے ناظرین جانتے ہیں حسینہ سردار کشن سنگھ صاحب کی ہمشیرہ تھی جو بوجہ ملکی و قومی حجاب کے اپنے عاشق صادق کو ایک اپنی طرف سے اطمینان نہیں دے سکتی تھی۔ اور اپنے آپ میں ہمیشہ کڑھتی رہتی تھی۔ جبکے مدعائے دل کو بر لانے کے لئے نوجوان پریم نے سچا وعدہ کیا تھا۔ کہ میں اپنی دوستی اور محبت صادق سے اُس کے بھائی کے خیالات پلٹ دونگا۔ اور اُسے مجبور کرونگا کہ وہ اپنی ہمشیرہ کے خیالات کو عملی جامہ پہنائے۔ چنانچہ اس کی آج اتفاقیہ ملاقات ہو گئی۔ اور حسینہ نے اُسے راز یاد دہانی اور اقرار یفائی کے لئے پکارا اور اُسے بے زبان آنکھوں سے سب کچھ سمجھا دیا۔

ہم نے دیکھا سردار صاحب معہ اپنی والدہ اور کئی ایک خادموں کے

جو سروں پر سامان اُٹھائے ہوئے تھے ۔ باہر کی طرف آگئے اور اپنی نوجوان ہمشیرہ سے ملے ۔
ماں اگرچہ اُس کی دلی کیفیت سے ناآشنا تھی اور نہ جانتی تھی کہ آج کل کی ایک تعلیم یافتہ لڑکی اس طرح کی ضدی ثابت ہوگی ۔ مگر اُس کی محبت اُسی طرح قائم تھی جو ایک ماں کو ہونی لازمی ہے ۔
لمحہ بعد لڑکی نے جب دیکھا نوکر اپنا کام کر رہے ہیں ۔ بھائی سے آہستہ سے بولی "آپ کا دوست پریم . . . "
بھائی نے جلدی سے کہا "کدھر ہے ؟"
"وہ ایک دن بنگلے میں بھی ملنے آیا تھا ۔"
نہایت خوشی سے "اچھا ۔ پھر ۔ تم نے پہچان لیا تھا ؟"
"ہاں ۔ اُس نے جب اپنا نام بتایا تو پہچاننا مشکل نہ تھا ۔"
"چلو ۔ خوب موقعہ پر آیا ۔ اُس سے بھی کچھ کام تھا"
لڑکی بھائی کا منہ دیکھتی ہوئی بولی "وہ اتفاق سے یہیں آیا ہوا ہے ۔ کہتا تھا میں دس پندرہ منٹ تک آؤنگا" ۔
"پھر گیا کدھر ہے ؟"
ہاتھ سے اشارہ کرکے "اِس ہوٹل کی طرف گیا ہے" ۔
"چلو ہم بھی اُدھر ہی چلتے ہیں" ۔
سردار صاحب موٹر میں سوار ہو گئے اور نوکروں کو حکم دیا تم ٹانگے پر آؤ اور پھر ڈرائیور کو اشارہ کیا . . . . . .

کشن سنگھ نے نہ سنا۔

ہوٹل والے اس سے مہذبانہ سلوک سے بولے "۔کوئی انقلابی ہے"۔

"اچھا۔ تمہارے ہوٹل میں کس طرح آگیا؟"

بھاری آوازیں جو خوف کے باعث سے ہوگئی تھی"۔کل رات کو ایک شخص ہوٹل میں آیا۔ اور منیجر سے کچھ دیر باتیں کرتا رہا۔ ابھی صبح ہی صبح جب ہم اچھی طرح تیار بھی نہ ہوئے تھے۔ دو تین انگریز آئے جو منیجر سے بہت دیر تک کچھ باتیں کرتے رہے۔ آخر گھنٹہ بعد پولیس کا ایک دستہ آیا اور پوشیدہ طور سے ہوٹل میں چھپ رہا"۔

"کیا کچھ سازش کر رہا تھا"۔

"ہاں ایک سیمنٹی میں بہت سے پستول لایا تھا"۔

ایک اور نے کہا "اور دوسرے نے مخبری کر دی"۔

"وہ دوسرا کہاں ہے؟"

"وہ بھی اندر بیہوش پڑا ہے"۔

"کیوں اسے کیا ہوا ہے؟"

متبسم آوازیں۔ "اسے مخبری کا مزہ چکھا دیا"۔

دوسرے نے کہا "ایک ہی مکے سے چار دانت توڑ دئیے۔ بھئی بڑا ہی بہادر تھا"۔

"اب ساری بہادری نکل جائیگی"۔

"کیا اس دوسرے نے ہی پولیس کو اطلاع دی تھی؟"

سردار صاحب ابھی ڈرائیور سے کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ حسینہ نے چلا کر کہا۔ "اوہو۔ بھائی جی! یہ کیا معاملہ ہے؟"

سردار صاحب حیرانی سے اُس طرف دیکھنے لگے۔ اور آخر گراہت سے بولے "یہ پولیس والے!"...

لڑکی نے چلا کر کہا۔ "ہیں! یہ تو پریم کو لے جا رہے ہیں"۔

"ہیں یہی پریم ہے . . . . ڈرائیور ٹھیرو۔ موٹر ایک طرف رُک گئی۔"

سردار صاحب عالمِ از خود رفتگی میں نیچے اُترے۔ اور اُسی سمت کو جانے لگے۔

اُنہوں نے مختصر سے مجمع میں ایک نوجوان کو دیکھا اُس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ منہ میں کپڑا دیا ہوا تھا۔ اور آتش بار آنکھوں سے ہوا کو گھور رہا تھا۔ اتنے میں وہاں ایک موٹر آئی اور اُس میں اُس اسیر نوجوان کو ڈالا گیا۔ اُس کے آگے کی طرف ایک انگریز اور اُس کے دائیں بائیں کئی ایک پولیس مین سنگینیں تان کر بیٹھ گئے۔

سردار صاحب کے پہنچنے تک موٹر چل دی اور انگریز نے انسپکٹر کو جو اُدھر ہی کھڑا تھا حکم دیا۔ "اسے ہسپتال میں لے جاؤ اور خوب ہی پہرہ رکھو"

سردار صاحب نہ سمجھنے والے انداز میں کانپنے لگے۔ اور ایک بجلی کے کھمبے کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں ہوٹل کے دو تین ملازم باہر نکلے اور اُن کے نزدیک آکر کھڑے ہو گئے۔ ایک ریلوے بابو نے اُن سے دریافت کیا۔ "یہ کیا بات ہے؟"

"خدا معلوم کس نے کی؟ میں نے اُس وقت ایک سپاہی کے پیچھے چھُپ کر سُنا تھا۔ ایک انگریز نے اُس سے نام پوچھا تھا اور اس کے بعد اُس کو یقین دلایا تھا کہ ہم تمہاری جان بخشی کر دے گا۔ تم گھبراؤ مت۔ تمہارے ایک ساتھی کا ہم کو سفارشی خط مل گیا ہے۔ اِس پر اُس چھوکرے نے طیش میں آ کر پولیس کے آدمیوں کو اُلٹا دیا۔ اور اپنے ساتھی کو جس کو افسر تسکین دے رہا تھا ایسے زور کا مکّا رسید کیا کہ وہ لڑکھڑا کر زمین پر آ رہا۔

بابو نے کہا: ساتھی کی مہربانی سے اُس کی جان جا رہی تھی۔ اُس نے سوچا اب میں جو چاہوں کر لوں"۔

ایک نے آہستہ سے کہا: ہاں۔ اب اُسے حفاظت سے ہسپتال میں لے جا رہے ہیں"۔

سردار صاحب اُن کی گفتگو سے سب مطلب سمجھ گئے۔ سینے میں دل اُچھلنے لگا۔ اور پھر بیہوشی سی طاری ہونے لگی"۔

ڈرائیور نے اُس کی والدہ کے حکم سے جا کر کہا۔

"آؤ چلیں"۔ مگر جب کوئی جواب نہ ملا۔ اور اُن کے قدم بے حرکت ہونے لگے۔ تو اُس نے اپنے بازو کا سہارا دے کر اُسے قائم رکھا۔ اور بمشکل موٹر کی طرف لایا۔

گیارہواں منظر

سردار کشن سنگھ اپنی کوٹھی میں پہنچ کر سوچنے لگے "یہ کیا ماجرا ہے۔ کیا پریم کسی مفسدہ پرداز پارٹی کا ممبر ہے کیا اُس نے غیر ملک میں جا کر یہی تعلیم حاصل کی ہے کیا وہ ان ہتھیاروں سے لوگوں کو لوٹنا چاہتا تھا؟

نہیں ———— تو کیا وہ انقلاب کی تیاریاں کر رہا تھا۔ آہ جب وہ یہاں تھا تو کتنا معصوم لڑکا تھا۔ کتنا پاک تھا۔ مگر اب اس کی حالت اس کے برعکس معلوم ہوتی ہے۔ اسی ادھیڑبن اور افسوس میں آخر اُس نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ اُس کی والدہ سے ذکر کرنا چاہیئے۔ اور اگر ہو سکے تو اس معاملہ کی تہ تک پہنچنا چاہیئے۔ کہ حقیقت میں اسرار کیا ہے۔ چنانچہ موٹر میں سوار ہو کر اُس کے مکان کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے دیکھا کہ بہت سے پولیس والے پریم کے مکان کا محاصرہ کئے ———— کھڑے ہیں۔ اور سینکڑوں زن و مرد ہراساں اِدھر اُدھر چہ میگوئیاں کر رہے ہیں۔"

یہ حالت دیکھ کر اُن کو جرأت نہ ہوئی کہ آگے بڑھ کر کسی سے کچھ دریافت کریں۔ اور سوچا اگر اس کی والدہ یا کسی واقف نے دیکھ لیا تو کچھ نہ کچھ مدد کے لئے جھکنا پڑے گا۔ اور ایسی حالت میں ممکن ہے کہ مجھے بھی اعانت مجرمانہ میں دھر لیا جائے۔

بے تعلقی میں مصلحت تھی اس لئے بغیر کسی اظہار ہمدردی اور میل ملاپ
کے واپس ہوئے۔ مگر فوراً ہی جب وہ واپس چلے ہی تھے کہ ایک بھرائی
ہوئی آواز میں کسی نے کہا "سردار صاحب!"

سردار صاحب حیرت سے مڑ کر دیکھنے لگے۔ کوئیں پر ایک دوشیزہ
لڑکی کھڑی تھی۔ جس کی آنکھیں رنج اور قلق سے سرخ ہو رہی تھیں۔ اور
اُن کی طرف مظلومانہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

سردار صاحب رغبتانہ سرعت سے اُس کے نزدیک گئے اور آہستہ
سے بولے "چندرہ! تم ادھر کہاں؟"

"ہاں ——— لڑکی جس نے امیرانہ زیبائش کے کپڑے پہنے ہوئے
تھے۔ اور کسی صدمے کے باعث دیوانی سی معلوم ہو رہی تھی۔ بلک بلک کر
رونے لگی۔

"چندرہ! جلدی بتاؤ۔ تم کیوں روتی ہو... کیا تم کو معلوم ہے؟"

آہستہ سے "ہاں"۔

"تم سے کس نے ذکر کیا ہے"۔

"میرے ملازم نے ——— اُسے کسی دولت رام اُس کے دوست
نے آ کر کہا ہے"۔

"افسوس... تم روتی کیوں ہو؟... بات کرو۔ ممکن ہے اس
کے بچنے کی کوئی سبیل نکل آئے"۔

سنبھل کر "میرے خیال میں وہ کسی جنجال کا شکار ہوا ہے"۔

سردار صاحب اپنے دل کو سنبھالتے ہوئے بولے "کیسے - کیا تم اُس
سے مل چکی ہو"؟

"ہاں - مل چکی ہوں"۔

"اب تمہارے خیال میں کیا کرنا چاہیئے ——— اس کی والدہ کہاں ہے؟"

"وہ لکھمی رائے کے گھر گئی ہوئی ہے - آدمی بلانے گئے ہیں"۔

"آہ - جب وہ پولیس کو دیکھے گی . . . .

زیادہ بیتاب ہو کر "ہمیں اب کیا کرنا چاہیئے - آپ کوئی مفید مشورہ دیں"۔

سردار صاحب دل میں کچھ اور سوچتے ہوئے بولے "گھبرانے کی ضرورت
نہیں - میں آج ہی کسی نہ کسی ذریعہ سے اس بات کا پتہ لگاتا ہوں - اور
اگر ممکن ہوا تو . . . . . .

"ہاں ہاں - آپ کوشش کریں - جتنا روپیہ خرچ ہو میں کرنے کو تیار ہوں
میرے پاس اس وقت آٹھ لاکھ روپیہ ہے"۔

اِس کے ساتھ ہی چندرہ فرطِ غم سے جھک کر بولی "روپے سے اُس
کے دشمنوں کو مٹا دیں"۔

سردار صاحب گھبراہٹ سے بولے "تو ریت کی ضرورت ہو جائے گی
میں بھی دِل وجان سے کوشش کروں گا"۔

یہ الفاظ سردار صاحب کہنے کو تو کہہ گئے اور اُن سے چندرہ کو ڈھارس
بھی بندھ گئی لیکن اُس کا دل کانپتا تھا - کیونکہ وہ اور واقعات سے بخوبی
واقف تھا جو چند سال پیشتر ایسے ہی رونما ہوئے تھے - جن میں کئی شریف آدمی

اُنہوں نے فرضی بناوٹ سے اُسے یقین دلایا کہ میں اُس کی بریت کے لئے ہر ممکن قربانی کو عمل میں لاؤں گا۔ مگر دل میں عہد کیا کہ اِس طرف کبھی نہ جاؤنگا خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ بلکہ ظاہری بناوٹ سے اِسے اپنے پھندے میں پھنساؤں گا اور اس کا نتیجہ آخر میرے حق میں ہوگا"۔

چندرہ نے بھی سوچا اس وقت سوائے اِس بارسوخ امیر کے اور کون ہے جو میری اور پریم کی امداد کرے گا۔ روپیہ اور رسوخ سے کامیابی کی امید ہو سکتی ہے۔

یہ ہی خیال تھا جس نے چندرہ کو ڈھارس دی اور منت سے بولی:۔

"سردار صاحب! میرا ملازم بینک سے روپے لینے گیا ہوا ہے۔ اتنے میں آپ اس افسر سے ملیں۔ جو مکان کی تلاشی لینے آیا ہُوا ہے اور اس کی بیگناہ والدہ کو اس کی جھڑکیوں سے بچائیں"۔

سردار صاحب کاٹ کر بولے"۔ اس طرح مناسب نہیں تلاشی تو ہر حالت میں لی جائیگی۔ اور اس میں کسی قسم کی رعایت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ میرے خیال میں تو اس وقت رشوت دینا بھی روپیہ کا ضائع کرنا ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو اعلیٰ افسران سے ملیں گے"۔

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ جناب لالہ رام دھن صاحب تشریف لے آئے۔ اور چندرہ سے ظاہری افسردگی سے کہنے لگے:۔

"ذرا اِدھر آنا"۔

چندرہ نے اُس کے نزدیک جا کر پوچھا"۔ کیوں۔ روپیہ لے آئے ہو؟"

"نہیں - آج بینک بند ہے"۔
تعجب سے "- کیوں - آج کیا ہے؟"
"آج اُن کا کوئی بڑا مر گیا ہے"۔
حیرانی سے "- تو بینک سب بند ہونگے"۔
"دوسروں کا مجھے علم نہیں"۔
افسردگی سے "- پھر تم نے کوئی بندوبست بھی کیا"۔
"ہاں لالہ نالون مل کو چیک دے دیا ہے - کہتا تھا شام کو آکر روپے لے جانا - اور کل جا کر وہ لے آویگا"۔
"بہت بہتر"۔
کشن سنگھ کے نزدیک آکر آہستگی سے بولی "تو کیا آپ اس کام کا ذمہ اُٹھا سکتے ہیں؟"
"تم فکر نہ کرو - میں سب کام ٹھیک کر لونگا"۔
"اور مجھے اب کیا کرنا چاہئیے"۔
"میرے خیال میں تم کو ظاہر ہو کر اس کام میں دخل نہ دینا چاہئیے - ورنہ یاد رکھو اعانت مجرمانہ میں . . . . .
"شاید اسی میں فائدہ ہو ——— میں بھی آپکے ساتھ چلنے کو تیار ہوں"۔
ولیس سوچکر "- اِدھر حالات معلوم کرنے کیلئے اپنے آدمی کو چھوڑ دو"۔
"ہاں یہ ہی مناسب ہے"۔
چنانچہ چندر نے اپنے ملازم کو مناسب ہدایات سے وہیں چھوڑا اور خود

اُن کے ہمراہ واپس چلی گئی۔

یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ چندرہ جب اپنے مکان سے چلی تھی تو اپنے بدکردار ملازم کی طفیل موٹر کی سواری سے محروم رہی تھی۔ کیونکہ اُس نے موٹر میں کوئی نقص ظاہر کیا تھا جس کے باعث وہ ہانپتی کانپتی پیدل ہی چلی آئی تھی اور اب سردار صاحب کی موٹر پر بہ اصرار سوار ہو گئی تھی۔ اور اِس باعث سے شاید ہمارے ناظرین ابھی تک حیران ہونگے کہ وہ کشن سنگھ سے کس طرح واقف تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پریم کے والد صاحب اُس کے والد کے شریک تھے۔ اور دونوں کی ایک ہی دوکان تھی۔ اور سردار کشن سنگھ صاحب اُن دنوں پریم چند کے ہم جماعت تھے۔ اور ہم عمر بچے ہونیکے سبب ایک دوسرے کے گھروں میں آتے جاتے تھے۔

اس حالت میں پریم کا اُس کی ہمشیرہ کو پہچان لینا اور اُس کا بھی ویسا ہی پیش آنا ہمارے ناظرین کو کافی ثبوت دے چکا ہے۔ اور سردار صاحب موصوف کا اُسے اچھّی طرح جانتا اور چندرہ کو پہچان لینا کوئی بڑی بات نہ تھی جس کی شہر بھر میں کاروبار اور آزاد خیالی کی دھوم مچی ہوئی تھی +

بارہواں منظر

چندرہ اپنے محلہ میں جا کر موٹر سے اُتر گئی اور سردار صاحب سے دست بستہ عرض کی کہ آپ شام کو خود ہی جو مناسب سمجھیں کارروائی کریں۔ میں بھی ضرورت ہوئی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤنگی اور روپیہ کی نسبت میری طرف سے آپ کو کھلی اجازت ہے۔ جس قدر چاہیں صرف کریں۔ میں پریم کی رہائی کے لئے جان و مال سے دریغ نہ کرونگی"۔

بظاہر تو سردار صاحب نے گرم جوشی سے وعدہ کیا اور اپنی طرف سے اُس کی تشفی کی مگر اُن کی دلی کیفیت سے ناظرین آگاہ ہیں۔

یہاں ہم ناظرین کو چندرہ کی نسبت کچھ بتائیں گے۔ کہ کس قدر رنج و قلق کا شکار ہو رہی تھی۔ وہ ایک ذہین لڑکی تھی۔ اور دنیا کے نشیب و فراز اچھی طرح جانتی تھی۔ مگر اس صدمہ جانکاہ نے اُس کی اُمیدیں خاک میں ملا دی تھیں۔ اور قوتِ ذہن و قلب کو خاک سیاہ کر دیا تھا۔ کہ وہ فوراً ہی اس قدر کند ذہن ہو گئی کہ اپنے مکان کو بھی پہچان نہ سکی۔ اور کتنی دیر اِدھر اُدھر سڑکوں پر پھرتی رہی۔ اُس کا دل اس قدر تڑپ کا اظہار کر رہا تھا اور آنکھیں تاریک ہوتی جا رہی تھیں۔ گویا وہ دیوانی ہو رہی ہے۔ اور کسی پاگل خانے کی طرف جا رہی ہے۔

چندرہ کے پاؤں کسی مخمور انسان کی طرح لڑکھڑا رہے تھے اور اُسے بے بس کر رہے تھے۔ وہ چاہتی تھی کہ کہیں کسی مقام پر بیٹھ کر اپنی تکان رفع کر لے مگر اُس کے دل میں کوئی گرہ تھی جو اُسے چلنے پر مجبور کر رہی تھی حتیٰ کہ وہ ایک غیر معروف سڑک پر پڑ گئی۔ اور وحشیانہ انداز میں چلتی گئی۔ اُس کی آنکھیں اُس وقت لبریز تھیں۔ اور ہونٹ بید کی طرح کانپ رہے تھے بال جو مثل مار آستین ابروؤں پر کنڈلی مارے رہتے تھے ایک بے سُدھ دیوی کی طرح بکھر رہے تھے۔ اور اُس کا چاند سا مکھڑا تاریک ابر کے مابین وہ ہالہ شوکت لئے ہوئے تھا وہ دل ہی دل میں کیا سوچ رہی تھی اور کس سے باتیں کرتی جا رہی تھی اسکی نسبت ہم کو کچھ علم نہیں۔ مگر ہم اتنا ضرور جانتے ہیں کہ وہ اپنی اصلی حالت بہت کچھ بدل چکی تھی۔ اور اُسے لوگ متنوع چال سے ایک اوباش دیر عزت مغلطشہ عورت متصور کئے تھے۔ وہ اگر اپنی اصلی حالت پر موجود ہوتی تو اُسکی آنکھوں میں ندبرہ حمیت کی ضیا ہوتی اور ایک پُرجوش جھلک سے لوگوں کو اپنی ماہیت سے خبرہ کرتی۔ مگر اُس وقت اُس کی عین اُن معشوقوں کی سی کیفیت تھی جو زمانہ سلف میں لیلیٰ و شیریں جیسے عجیب و غریب محبوبوں کے بیان میں آئی ہے آہ وہ عالم دیوانگی میں چلا کر کہتی تھی۔ میرے دل کو کیا ہو گیا ہے۔ مگر اُسکی آواز سوائے اُس گندی نالی اور تاریک درختوں کے اور کوئی نہ سنتا تھا۔ جو اُسکے مکان کے آگے کی طرف مسلسل راستہ کے دائیں، بائیں واقع تھے۔ وہ اپنے خیال میں محو چلی جا رہی تھی اور نا معلوم اور اُس کو قدم اُٹھائے ہوئے تھی معاً ایک طرف سے جدھر کوئی انسان بمشکل دیکھنے میں آیا کرتا تھا آواز آئی

"چندرہ ٹھہرو"۔

جس طرح انسان سانپ دیکھ کر ٹھٹھک جاتا ہے۔ چندرہ وہیں رُک گئی اور مڑ کر دیکھنے لگی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک وجیہ انسان جسے وہ پہلے نہ جانتی تھی اُس کی طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔

چندرہ نے وہیں رُک کر اُس کا انتظار کیا اور قریب آنے پر استفسارانہ اُس کی طرف گھورتی رہی شخص مذکور نے اُسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ آخر نگاہیں ملا کر مودبانہ کہا۔

"دیوی! تم اِس وقت کس حالت میں دکھائی دیتی ہو؟"

"بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟"

ہمدردی سے "ہیں۔ آہ میں"۔

"دیوی! تمہارے پیارے کو پھنسانے والا کوئی عنادی شخص ہے اُسے میں ابھی تک نہیں جانتا۔ مگر اطمینان رکھو۔ تمہارا پیارا بے گناہ ہے۔ پرماتما اُس کی مدد کرے گا"۔

چندرہ ڈھارس بندھانے والے الفاظ سُن کر روتی ہوئی کہنے لگی آخر آپ کون ہیں اور مجھے کیسے جانتے ہیں"۔

"آہ میں ایک آوارہ وطن ہوں اور مجھے سارا زمانہ جانتا ہے۔ میں ایک غریب قیدی ہوں"۔

اس کے بعد اُس نے جھجک کر کہا "کیا میں تمہاری کچھ خدمت کر سکتا ہوں"

چندرہ نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "پہلے اپنا نام بتاؤ"!

اُس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔" میرا نام ——— میرا نام دلیپ سنگھ ہے اور میں وہ شخص ہوں جس نے تمہارے پریم کو اس خطرہ سے آگاہ کیا مگر بدقسمتی سے کسی نامعلوم دشمن کی دشمنی کا شکار ہو گیا"۔

چندرہ نے زہر خندہ پیشانی سے کہا۔" دلیپ سنگھ ——— مجھ سے اُنہوں نے ذکر کیا تھا۔ اس نام کا ایک شخص میرے ساتھ سفر میں تھا"۔

" ہاں۔ وہ بدقسمت میں ہی ہوں"۔

" اچھا مجھے یہ بتاؤ وہ کس طرح اس جرم میں ماخوذ ہوا۔ اور کیا واقعی اس میں اُس کا کچھ ہاتھ ہے"۔

نہیں۔ بالکل نہیں۔ وہ اتنا ہی بے قصور ہے جتنا ایک فرشتہ ہو سکتا ہے۔ وہ محض دھوکہ میں ہے"۔

زیادہ بیتابی سے۔ کیا تمہارے ہاتھ میں کوئی قدرت ہے"؟

اُس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ہاں۔ تمہارے لئے سب کچھ ہے میں تمہارے حال سے اتنا متاثر ہوں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو آپ کے لئے قربان کر دوں"۔

" تمہیں میرے نام و حالات کا کیسے علم ہوا؟"

آہستہ سے "۔ ایک شخص دولت رام نے مجھ سے آکر کہا۔ پریم پکڑا گیا اور وہ آپ سے محبت رکھتا تھا"۔

رو کر "۔ اور کیا کہا"؟

" اُس نے بتایا کہ وہ بیگناہ ہے۔ اُسے بچاؤ۔ اگر اُس کا بال بیکا

ہو گیا تو خدائی قہر تم پر ٹوٹ پڑے گا"۔

"پھر آپ نے کیا کہا"۔

دلیپ سنگھ نے آہستہ سے کہا۔ میں نے اُسی وقت دل میں عہد کیا کہ میں اُسے ہر ممکن طریق سے بچاؤں گا۔ مگر جب تمہاری حالت کو غور سے دیکھا تو میرا ارادہ اور زیادہ پختہ ہو گیا"۔

چندرہ بلکتی ہوئی آواز میں بولی "آپ جانتے ہیں پریم کو کہاں زیر حراست رکھا گیا ہے؟"

افسوس ابھی تک معلوم نہیں ہوا۔ مگر میں اُس کا پتہ نکال لونگا"۔

"ایسی صورت میں آپ کیا کر سکتے ہیں؟"

"دیوی! میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میرا دل اس وقت صرف یہ جانتا ہے کہ میں نے ایک ستم رسیدہ کی مدد کرنا ہے۔ ایک بیگناہ کو پنجہ ستم سے بچانا ہے۔ میں بے گناہ لوگوں کو پھنسا دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتا۔ خون جوش کھانے لگتا ہے"۔

چندرہ نے رقت بھری آواز میں کہا "افسوس ——— تو کیا آپ اپنے ساتھیوں کو ظاہر کر دینگے؟"

"نہیں۔ ابھی نہیں۔ پہلے اپنی جان اور بدن کی کل طاقتیں آزماؤں گا۔ اگر ان سے وہ آزاد ہو گیا تو انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا ئونگا۔ مگر جب آخر کوئی صورت نظر نہ آئیگی تو اپنے دوستوں کو کسی طرح اس بات پر آمادہ کر دونگا کہ وہ اُس کو آزاد کرا دیں خواہ اپنے کسی آدمی کی قربانی دینی پڑے"۔

چندرہ اُس کی باتوں سے متاثر ہو کر دل ہی دل میں اُس کی تعریفیں کرنے لگی اور پھر اُس کو مخاطب کر کے بولی "اگر انہوں نے آپ کی رائے پر عمل نہ کیا۔ تو پھر؟"

"نہیں دیوی وہ ضرور میری بات مانیں گے۔ اگرچہ وہ اس وقت میرے برخلاف ہو رہے ہیں۔ کیونکہ اُن کو دھوکا دیا گیا ہے۔ مگر نہیں۔ اُن کے سینوں میں دل۔ ارادوں میں پختگی اور باتوں میں سچائی ہے۔ صرف اُن کو اُن کے فرائض کی یاد دہانی کرانی کافی ہے۔ وہ فولاد کی مانند مضبوط ہو جائیں گے"۔

چونک کر "مگر وہ آپ کے دشمن کیوں بنے؟"

"افسوس! وہ مجھ پر شبہ کرتے ہیں کہ میں نے اُن کی مخبری کی اور انہیں پولیس کے حوالے کرایا"۔

"کوئی وجہ؟"

"آہ وجہ میں بتلا چکا ہوں۔ وہ غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اُس چٹھی کے نیچے میرا نام لکھا ہے جو افسران پولیس تک پہنچائی گئی ہے"۔

"اِس بات کا آپ کو کیسے علم ہوا"۔

"اِدھر آ جاؤ۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دیتا ہوں"۔

جب چندرہ اُس کے ساتھ درختوں کی اوٹ میں چلی گئی تو اُس نے کہا "جس وقت مجھے دولت رام نے آ کر اطلاع دی کہ پریم گرفتار

ہوگیا ہے۔ لیکن ہے بیگناہ اُس کی مدد کروں۔ تو میں نے اُس کے جانے
کے بعد فوراً اپنی شکل تبدیل کر لی اور اپنا بیگ لے کر اسٹیشن پر پہنچا۔ اور
ہوٹل کے سب حالات سن کر ہسپتال میں گیا۔ مگر وہاں مجھے کچھ دقت سی
ہوئی مگر میں نے بڑی فیاضی سے کام لیا۔ اور ساتھ والے کمرے میں جہاں شامداس
زیر حراست تھا اور افسران پولیس کی معرفت زیر علاج تھا جا چھپا اور اُسے دیکھا تو
بیہوش میز پر لیٹا ہوا ہے۔ اور سپاہی بندوقیں تانیں اِدھر اُدھر کھڑے ہیں۔ دیوی
یقین ماننا میں نے اُس وقت خیال کیا کہ میں بھی اسی طرح گرفتار کیا جاؤنگا اور
اب میرا بچکر جانا ناممکن ہے مگر نہیں میں نے دیکھا تھوڑے عرصہ میں ایک انگریز
افسر اندر داخل ہوا اُس سے اس طرح باتیں کرنے لگا۔

ویل شام داس تمہارے ساتھی دلیپ نے ہم کو ہدایت کیا ہے کہ شامداس
کو چھوڑ دیا جائے اور ہم اس بات پر عمل کرنا چاہتا ہے۔ دیکھو تم اس شرط پر
رہا ہونا چاہتا ہے یا نہیں"؟

اِس کے ساتھ ہی اُس نے ایک چٹھی اُس کے سامنے کر دی۔ جو میں نے
پشت پر ہونیکے باعث حرف بحرف پڑھی۔ آہ میرا دل اُس وقت بوسیدہ دیوار کیطرح
بیٹھ گیا اور میں نے شام داس کے اثرات ذہنی سے نمایاں قلق کیا۔ جس سے
میں دیوانہ وار اُس کمرے میں جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور ارادہ کیا میں وہیں پہنچکر
کہدوں کہ یہ چٹھی میں نے نہیں لکھی۔ مگر میں نے دیکھا شام داس یاس آمیز باتیں کرتا
ہوا بیہوش ہو گیا ہے۔ اور افسر پولیس یکایک سپاہیوں کو حکم دیکر واپس چلا گیا کہ میں اسے
ہوش میں لانے کیلئے ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔ تم محتاط کھڑے رہو"۔

اس کے بعد میں نے دیکھا شام داس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں لیکن پھر کسی وجہ سے جلدی بند کر لیں۔

اس کے بعد جب پولیس والے افسر کی غیر حاضری اور مریض کی غنودگی پر باتوں میں ہنس رہے تھے اور ان کا رُخ دوسری جانب تھا تو شام داس نے ایک ناقابل بیان تیزی سے جست کی اور کھڑکی میں پہنچ کر اپنے آپ کو گرا دیا جس کے شیشے تڑ تڑ کرتے ہوئے راستہ سے صاف ہو گئے اور وہ زمین پر جا گرا۔

چندرہ حیرانی سے اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اور یہاں پہنچکر بے اختیار بولی: "مگر اُسے ہسپتال میں کیوں لے گئے تھے"۔

"پریم نے جب دیکھا کہ میں گرفتار کیا جا رہا ہوں تو اُس نے ہوٹل میں اُس کی خوب مرمت کی اور آہنی تڑپ سے اُس کے منہ میں اس زور سے مکہ رسید کیا کہ اُس کے چار دانت اُکھڑ گئے جس سے وہ درد کے باعث بیہوش ہو گیا جس کا افسران پولیس پر بُرا اثر ہوا اور انہوں نے فوراً بڑھ کر پریم کو جکڑ لیا۔ اور شام داس کو ہسپتال میں علاج کے واسطے زیر حراست بھیجا گیا"۔

"لیکن وہ فرار کیوں ہوا؟"

اُس وقت دلیپ سنگھ کے آنسو چھلک پڑے اور کہا: "دیوی یقین مانو ہمارے گروہ میں کوئی شخص ایسا نہیں جو کسی اپنے ساتھی کو گرفتار کرانے پر تیار ہو وہ سب وطن کے پرستار ہیں اور بے لوث خدمت کرنا چاہتے ہیں"۔

"اور آپ"؟

دلیپ سنگھ مطلب خلاف سمجھا۔ اور تڑپتی آواز میں بولا: "میں بھی غدار

نہیں ہوں مگر میں اس بات سے متاثر ہوں کہ پریم بے گناہ ہے اور اس کے ساتھ ہی اُس کے رفقا تباہ ہو جائیں گے۔ نیز چونکہ ہمارا مقصد اعلےٰ ہے لہٰذا ہم اس طرح کی غداری نہیں کرتے"۔

چندرہ نے کہا "آپ نے صورت کیوں تبدیل کرلی"۔

"چندرہ ہمارے گروہ کے آدمی زبردست عیار ہیں ہم سے کئی درجہ زیادہ قوی ہیں۔ اس لئے ایسے موقعوں پر ہم اس طرح کرنا کوئی گناہ نہیں سمجھتے ہمارا حقیقی مقصد اپنے وطن کو آزاد کرانا ہے۔ خواہ کسی طرح بھی ہو"۔

چندرہ نے طنز سے کہا "تم چند کمزور ہستیاں کیا کر سکتے ہو؟"

دلیپ سنگھ اس کا معقول جواب دے سکتا تھا مگر اُس نے دیکھا وہ خود اس وقت بے حواس ہے ایسی صورت میں عرصہ طویل تک اس طرح کھڑے کھڑے باتیں کرنا مناسب نہیں۔ اُس نے قدرے التجا سے کہا "آپ بتائیں میں کونسی خدمت بجا لاؤں؟"

میری سب سے زبردست آرزو یہ ہے کہ پریم آزاد ہو جائے۔ اُس کے عوض میں اپنی بے شمار دولت صرف کرنے کو تیار ہوں"۔

"تو آپ اُس کے مکان پر جا کر اُسکی والدہ کو تسلی دیں۔ میں اُسے آزاد کرنے کی سعی کرونگا۔ جبتک میری جان میں جان اور دل میں ایمان ہے میں کوشش کرونگا"۔

"ہاں۔ میں اس کام کو اپنے ذمے لیتی ہوں"۔

"اور آپ جو کشن سنگھ سے مشورہ کر رہی ہیں وہ بھی تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کریں لیکن میری ملاقات کے مقصد سے اُسے ہرگز آگاہ نہ کریں"۔

"نہیں۔ ہرگز نہیں ——— پھر یکایک رُک کر استعجاب سے چندرہ نے

کہا:"آپ یہ بتائیں آپ کو کیسے علم ہوا کہ میں سردار کشن سنگھ سے مشورہ کر رہی ہوں

اور پریم کے گھر کی طرف گئی تھی"؟

مسکرا کر:"جب آپ اپنے مکان سے نکل کر بھاگتی ہوئی پریم کی طرف جا رہی تھیں

اُس وقت میں آپ کے تعاقب میں تھا۔ اور اُس وقت تک آپ کے تعاقب میں

رہا جب آپ کے ملازم نے آ کر آپ سے کچھ بات چیت کی"۔

چندرہ حیرانی سے اُس کی طرف دیکھنے لگی۔

تیرہواں منظر

اُسی شام کو چندرہ سردار کشن سنگھ کی کوٹھی میں گئی اور نوکر سے جا کر دریافت

کیا"کیا سردار صاحب اندر ہیں"؟

اس کے جواب میں نوکر نے متغیر لہجہ میں کہا"صبح کے گئے ہوئے

ہیں۔ واپس نہیں آئے"۔

"اچھا کب آئیں گے۔ کچھ پتہ ہے"؟

"نہیں جی کچھ پتہ نہیں"۔

چندرہ مشتبہ نگاہوں سے جس میں بدظنی کی جھلک پائی جاتی تھی نوکر کو

دیکھتی ہوئی بولی"اگر معلوم ہو تو بتا دو۔ مجھے اُن سے ضروری کام ہے"۔

نوکر اندر کی طرف دیکھ کر بلند آواز میں بولا۔"مجھے کچھ پتہ نہیں ورنہ بتا دیتا"۔

اُس وقت چندرہ نے دیکھا سردار صاحب کی ہمشیرہ برآمدے میں نمودار ہوئی۔ اور اُس کی طرف غور سے دیکھتی ہوئی نوکر سے پوچھنے لگی:۔

"جگیری! کیا بات ہے؟"

"حضور۔ سردار صاحب کو ملنا چاہتے ہیں"

"تو آنے دو۔ روکتے کیوں ہو؟"

اُسی وقت کمرے کے اندر کسی نے حسینہ کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ "بیوقوف لڑکی کیا کرتی ہے؟"

جس سے حسینہ کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا اور چوکیدار نے بھی لرزتے ہوئے ہونٹوں میں کچھ کہا"۔

یہ سب باتیں تو ہو گئیں مگر اندر سے کسی نے سردار صاحب کی ہمشیرہ سے کہا۔ "اب اُسے اندر بلا کر اپنے پاس بٹھاؤ۔ اور دلجوئی کرو کہ سردار صاحب ابھی آنے والے ہیں۔ تمہارے آنے کی بابت کہہ گئے ہیں"

"بہت اچھا"۔

اس کے بعد حسینہ برآمدے سے نکل کر چندرہ کے استقبال کیلئے آگے بڑھی اور اُسکے نزدیک جا کر ظاہری تبسم سے بولی "آپ اچھی تو ہیں۔ تشریف لائیے"۔

چندرہ نے مسکرا کر کہا "ہاں اچھی ہوں۔ سردار صاحب کہاں ہیں؟"

"یہیں نزدیک ہی گئے ہیں۔ وہ کہہ گئے تھے کہ تم میرے آنے تک یہیں ٹھہرنا۔ میں تمہارے ہی کام جا رہا ہوں"

چندرہ نے اپنے آپ کو مبارک سمجھ کر کہا۔ "اچھا میرے لئے اُن کو

بڑی تکلیف اُٹھانی پڑی ہے"۔

حسینہ نے چندرہ کو بنچ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور کہا "کوئی تکلیف نہیں ہے۔ وہ ہزاروں کا کام کرتے ہیں۔ اگر آپ کا کرینگے تو کیا ہرج ہو جائیگا"؟

چندرہ اُس کی خوبصورتی کو نگاہ غور سے دیکھنے لگی۔

قریب دس منٹ خاموش بیٹھے رہنے کے بعد ایک موٹر کوٹھی میں داخل ہوئی اور برآمدے کے نزدیک آکر رکی جس میں سے سردار صاحب نکلے اور مایوسانہ چندرہ کی طرف دیکھ کر بولے:۔

"آپ آگئیں؟"

"ہاں تھوڑی دیر ہوئی ہے"۔

"تو آؤ پھر میں تمہیں وہیں لے چلوں"۔

یہ کہہ کر سردار صاحب پھر موٹر میں سوار ہو گئے۔ چندرہ بھی اُن کے پیچھے اُسی سرعت سے بھاگتی ہوئی آگئی اور غیر معمولی قلق اور تڑپ سے جس میں اضطراب اور تحیر کو نمایاں دخل تھا بولی:۔

"کیا پریم کے پاس لے چلے ہو؟"

سردار صاحب یاس آمیز آواز میں بولے: "نہیں کسی اور شخص کے پاس"۔

موٹر سڑک پر واپس آگئی۔ چندرہ کو کچھ علم نہ ہوا کہ میں کدھر جا رہی ہوں وہ اپنے خیالات میں محو پتھر کی مورت بنی ہوئی تھی۔

سردار صاحب آہستہ سے اپنے دست مبارک رش کرتے ہوئے چندرہ سے کہنے لگے: "چندرہ پریم سے ملاقات ہو گئی تھی"۔

چندرہ بھوچک اُن کا منہ دیکھنے لگی۔ مگر زبان سے کچھ نہ نکلا۔

"کیا آتے ہی تمہیں ملنے آیا تھا؟"

اُنہوں نے اُس کے شانے پر اپنی انگلیاں پھیرتے ہوئے استفسارانہ کہا

"ہاں آتے ہی ملا تھا"۔

اُس نے قدرے ترشی سے اُن کے ہاتھ کو قہر سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"تبھی میں حیران تھا یہ کیا بات ہے"۔

اُن کے ہاتھ چاہتے تھے کہ زیادہ دست اختیار کریں۔ اُس کی تلخی سے شانہ ملا کر کہا "آپ کیا کرتے ہیں؟"

"کچھ نہیں ——— پیاری تمہیں محبت کرتا ہوں۔ اور کچھ نیک ارادہ رکھتا ہوں"۔

چندرہ کی پست آواز یکایک بلند ہوئی "لعنت ہے ایسے انسان پر جو ——— ایک معصوم دوست کی . . . . .

اُس نے مسکرا کر کہا "ابھی تو تم کنواری ہو۔ اگرچہ . . .

سردار صاحب ہوش سے بات کریں۔ ایسی واہیات باتیں مجھے گوارا نہیں۔ اگرچہ مجھے آپ پر صدہا اُمیدیں ہیں۔ مگر . . .

"تو اپنی اُمیدوں کو پورا کرنے کے لئے میری آغوش محبت . . .

"بس اگر آگے کچھ کہا تو بہت بُرا ہوگا"۔

چندرہ نے پھن پھیلا کر کہا "ڈرائیور موٹر کھڑی کر دو میں نیچے اُترنا چاہتی ہوں"۔ مگر موٹر پہلے سے بھی بہت تیز چلنے لگی۔ سردار صاحب اس پر غصے سے

بولے "میری جان۔ میری پیاری! ادھر آئو۔" (دھرنہ بھاگو (یہ کہا اور کھینچ کر بغل میں دبا لیا) آئو۔ آئو۔ زندگی آرام سے بسر کرو۔ اپنی دولت اور زندگی ایک دیوانے کے لئے ضائع نہ کرو"۔

"بیوقوف ہوا ہے ——— پیچھے ہٹ ——— پچھتائیگا دیکھو میرے ہاتھ میں کیا ہے؟"

سردار صاحب رُک گئے اور اُس کے ہاتھ کو غور سے دیکھنے لگے۔ مگر تاریکی کی وجہ سے کچھ معلوم نہ کر سکے۔

چندرہ نے زوردار آواز میں کہنا شروع کیا۔ مجھے مطلق علم نہ تھا کہ تم اس طرح کمینے پن کا ثبوت دو گے۔ افسوس! دل میں کچھ رکھتا ہے زبان پر کچھ"!

ٹھیرو۔

کسی نے باہر سے آواز دی اور ساتھ ہی ایک موٹر چلتی ہوئی نظر آئی جس میں سے پھر کسی نے آواز دی "چندرہ موٹر کھڑی کرو۔ سردار صاحب ڈرائیور کو حکم دو"۔

سب چونک اٹھے۔ چندرہ نے آواز کو پہچان لیا کہ دلیپ سنگھ کی ہے۔ مگر وہ بیچاری تو مصیبت میں پھنسی ہوئی تھی۔ دلیپ سنگھ نے اپنی موٹر اس موٹر کے پہلو بہ پہلو کر دی۔ چندرہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "پیارے بھائی۔ مجھے بچائو"۔

دلیپ سنگھ نے اپنے موٹر ڈرائیور کو کچھ کہا اور پھر یکایک چندرہ والی موٹر کے پائیدان پر کود آیا۔ اور تھوڑی دیر میں ان دونوں کے درمیان کشا-

اُس نے کشن سنگھ کو چندرہ پر جھپٹتے دیکھ کر بے اختیار ایک مکّا اُسکے منہ پر رسید کیا۔ اور ساتھ ہی ڈرائیور سے کہا۔ موٹر روکو۔ ورنہ نیچے گرا دیئے جاؤ گے۔

موٹر رُک گئی۔ دلیپ سنگھ نے چندرہ کو اپنی موٹر میں سوار کرلیا اور ایک طرف کو نکل گیا۔

سردار صاحب کشن سنگھ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

ناظرین! ہم آپ کو چندرہ کے تعاقب میں لے جانا چاہتے ہیں دیکھیں دلیپ سنگھ کا اخلاق اُس عصمت کی دیوی کے حق میں کیسا ثابت ہوتا ہے

چندرہ نے تعجب اور مسرت سے جھومتے ہوئے کہا "میں نے باوجود ایک دفعہ کی ملاقات کے آپ کی آواز پہچان لی"۔

"میں تمہارے ذہن کی تعریف کرتا ہوں"۔

چندرہ نے قدرے جھینپ کر کہا "آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں کشن سنگھ کے ساتھ اِدھر آ رہی ہوں"؟

مسکرا کر "میں اس موٹر ڈرائیور کو جانتا ہوں"۔

چندرہ متحیر اُس کی طرف دیکھنے لگی۔

اُس نے سلسلہ گفتگو جاری رکھنے والے انداز میں کہا "میں اس موٹر میں سوار ہو کر تمہارے مکان کی طرف گیا تھا۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ سردار صاحب کی طرف گئی ہیں جس سے میں نے مخفی طور پر ڈرائیور کو ان کی کوٹھی کے پچھلی طرف چھوڑ دیا اور خود پھاٹک کی طرف آنے لگا۔ مگر یکلخت دیوار سے کوئی کودتا ہوا دکھائی دیا جسکو میں نے چھپ کر دیکھا اور ٹھٹھک گیا کیونکہ وہ خود سردار صاحب تھے"۔

"اوہو۔ ٹھیک ہے۔ مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ سردار صاحب کوٹھی سے کہیں نہیں گئے"۔

"جب میں نے دیکھا کہ ڈرائیور لانچ میں پھنس گیا ہے اور وہ موٹر لے کر اپنی ہی کوٹھی میں داخل ہوئے ہیں۔ تو مجھے کچھ شبہ سا ہوا۔ میں نے فوراً اپنے دل میں کچھ فیصلہ کیا۔ اور کسی دوسری موٹر کی تلاش کرنے لگا۔ حتیٰ کہ جب میں کامیاب ہوا تو تمہیں وہاں نہ دیکھ کر بہت گھبرایا۔ مگر فوراً ہی ایک دو راہ گیروں سے دریافت کرنے پر ادھر آنکلا اور تمہیں آواز دی"۔

"میں آپ کی بڑی ممنون ہوں۔ آپ نے مجھے بڑے کڑے وقت میں امداد دی ہے"

یہ باتیں چندرہ نے ایسے انداز سے کیں جن سے عصمت اور حیا ٹپک رہی تھی۔

اچھا اب ضروری بات یہ ہے کہ تم کچھ عرصہ کے لئے کہیں چلی جاؤ یا کسی محفوظ جگہ میں اقامت گزیں ہو جاؤ۔ کیونکہ میں نے اس تھوڑے سے عرصہ میں پتہ لگا لیا ہے کہ تم سخت خطرے میں گھری ہوئی ہو اور پریم کی والدہ نے اپنے مبالغہ آمیز بیان سے پولیس کو تمہاری طرف منعطف کر دیا ہے۔ جس سے اُمید ہے کہ تم کو بھی کچھ تکلیف اُٹھانی پڑے گی۔

"تو کوئی پرواہ کی بات نہیں۔ ایسی صورت میں میرا جانا ٹھیک نہیں۔ بجائے اس کے کہ میں کہیں روپوش ہو جاؤں کیوں نہ میدان میں رہکر اپنی صفائی کا ثبوت پیش کروں"۔

دلیپ سنگھ نے اصرار سے کہا "نہیں دیوی ایسا نہ کرو۔ بلکہ میں جو کچھ کہتا ہوں اُس پر عمل کرو۔ ورنہ تم بھی اُن انسانوں کی طرح لاپتہ کی جاؤ گی۔ جن

کے دل اور دماغ وطن اور قوم کے درد سے معمور ہیں"۔

"جب تک صاف صاف نہ کہو گے کچھ عمل نہ ہوگا"۔

"تو سنو۔ کشن سنگھ تمہارے خلاف ہے۔ اور اس بارسوخ رئیس کا تمہیں پھنسانا بڑی بات نہ ہوگی۔ کیونکہ آج اس نے دشمنانِ ملک سے ملاقات کی ہے۔ جو چند منٹ پیشتر کے حالات کے ساتھ مقابلہ کرنے سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ وہ تمہارے ارادے کے خلاف ہے"۔

"آہ اگر اس طرح تباہی آتی ہے تو آنے دو۔ میں اس طرح کی موت مرنا نہیں چاہتی۔ میں اپنی جان دے دونگی مگر سر نہیں جھکاؤنگی اور نہ ہی قومی غداروں کو اس طرح کامیاب ہونے دونگی"۔

"آہستہ بولو۔ موٹر بازار سے گذر رہی ہے۔ کوئی سن لے گا۔ دیکھو شام داس کی فراری سے پریم سخت خطرات میں ڈالا گیا ہے۔ اور حکام ہر طرح احتیاط کر رہے ہیں۔ سنتی ہو"۔

کوئی سڑک۔ بازار۔ کوچہ اور کوٹھی ایسی نہیں جہاں پولیس پہرہ پر نہ کھڑی ہو۔ ہر ایک چھاؤنی میں تاریں بھیجی گئی ہیں۔ آج کا دن حکومت کے لئے معرکے کا دن ہے۔ جس میں صدہا خطرے نظر آتے ہیں"۔

چندرہ حیران ہو کر خاموش رہ گئی۔

دلیپ سنگھ نے آنسو بھری ——— آواز میں کہا "تمہاری معصومی دیکھکر جگر چھلنی ہوتا ہے اور ——— آہ دل نہیں چاہتا کہ بیان کروں ...

چندرہ چونک گئی اور کہا "جلدی بتاؤ۔ جلدی بتاؤ۔ میری آنکھ پھڑک

رہی ہے۔ شدنی کیا کرانا چاہتی ہے ؟"

"دیوی! پریم کو کسی گمنام مقام میں بھیج دیا گیا ہے"۔

چندرہ کو ایسا معلوم ہوا گویا کسی نے گرز کی چوٹ سے زخمی کر دیا ہے"۔

"بھیجا گیا؟"

"ہاں بھیجا گیا"۔

"کس وقت؟"

"دو گھنٹے ہوئے ہیں"۔

چندرہ مبہم آواز میں بولی "موٹر میں یا ریل میں۔ کس طرف . . .

"آہ ہوائی جہاز میں اور نامعلوم سمت کو۔ کیونکہ کئی جہازوں کی نمائش میں جو آسمان پر پرواز کر رہے تھے وہ نکل گیا اور اس کا پتہ نہ لگا"۔

"آپ کو کس طرح معلوم ہوا؟"

"ایک خوفناک ارتکاب سے جسے پریم کے آزاد کرانے کے لئے خفیف ترین کہا جا سکتا ہے"۔

"اُف"۔

چندرہ سمجھ گئی اور اس کا دل دھک سے بیٹھ گیا۔

چودھواں منظر

چندرہ کی حالت ناگفتہ بہ دیکھ کر دلیپ سنگھ کو سخت رنج ہوا ۔ مگر بیچارہ کیا کر سکتا تھا ۔ دل میں سوچتا کاش میں اس قابل ہوتا کہ اس کے رنج و غم کو دُور کر سکتا ۔ مگر جو کچھ سوچتا تھا اور نئے سے نئے عہد کرتا تھا ۔ حالات اُس کے برعکس ظہور پذیر ہوتے تھے ۔ وہ ابھی ابھی کچھ اور سوچ رہا تھا کہ موٹر یکایک رُکی اور ڈرائیور نے چلّا کر کہا "جناب بازار کھچا کھچ بھرا ہوا ہے آگے جانا خطرے سے خالی نہیں ۔ حضور دیکھیں تو سہی"۔

دلیپ سنگھ نے کھڑکی سے سر نکال کر دُور تک دیکھا اور گھبرائی ہوئی آواز میں بولا "بڑا ہجوم ہے ۔ کسی سے دریافت کرو ۔ کیا بات ہے"؟

ڈرائیور نے ایک راہگیر سے دریافت کیا "جناب یہ لوگ کدھر جا رہے ہیں"؟

وہ راہگیر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ "ایک گودام میں آگ لگ رہی ہے"۔

چندرہ یہ سنتے ہی تلملا گئی ۔ اور تڑپ کر موٹر سے باہر نکلی اور اُس طرف ہیبت ناک شکل سے دیکھنے لگی ۔

دلیپ سنگھ نے چندرہ کو خطرناک آواز میں کہا ۔ کسی مکان میں آگ لگی ہے"۔

ایک راہگیر نے چلّا کر کہا "ایک آوارہ مزاج لڑکی کے گودام میں"۔

چندرہ ناقابلِ برداشت غم سے تڑپ کر بولی "آہ میرا گھر برباد ہو گیا"۔

دلیپ سنگھ سمجھ گیا مگر دفعتاً یک کوہِ غم گرنے کے باعث اُس کی زبان بند ہوگئی اور نیم باز متحرک آنکھوں سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

چندرہ پیشانی پکڑ کر بیٹھ گئی۔ پانچ منٹ کے وقفہ کے بعد اُس نے آہستہ سے اُٹھ کر کہا "بس میری دنیا ختم ہوگئی۔ دل اور درب لٹ گیا (پریم اور دولت) اب زندگی کسی کام کی نہیں!"

دلیپ سنگھ نے آہ کھینچی۔ ایک موٹر زور شور سے پیچھے سے آئی اور اُن کے مقابل سے ہوکر گزر گئی۔ چندرہ بیہوشی کے عالم میں وہیں بیٹھی رہی پھر ایک تیز رو گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی جس کے ساتھ کوئی بگل بجا بجا کر پبلک کو آگے سے ہٹ جانے کی اطلاع دے رہا تھا۔ چندرہ نے دلیپ سنگھ کی طرف غیر معلوم طور پر دیکھا اور موٹر کے اندر آ کر گر گئی۔

دلیپ سنگھ نے یکایک کچھ سوچا اور ڈرائیور کو استدعاً کچھ کہنے کے بعد اس طرف بھاگا ہوا گیا جس طرف بے تحاشا لوگ بھاگے ہوئے جا رہے تھے۔ قریباً نصف گھنٹہ بعد ایک شخص جس کے کپڑے جلے ہوئے تھے اور اُس کی زبان سے آہ آہ کی آوازیں نکل رہی تھیں ایک شخص کو کندھے پر اُٹھائے ہوئے لایا۔ اور موٹر کا دروازہ کھول کر گھبرائی ہوئی آواز میں بولا

"چندرہ! . . . . ."

چندرہ چونک کر بولی "دلیپ سنگھ! آہ تمہاری صورت تو بالکل ہی بدل گئی ہے۔ آہ یہ کون ہے؟"

"تمہارا نمک حرام نوکر"۔

اُس نے اُسے اندر پھینک کر ڈرائیور کو حکم دیا" موٹر باہر کی طرف لے چلو۔ بہت جلدی کرو۔ دیری مت کرو۔ میرا بدن جلا جا رہا ہے"۔

چندرہ! غم نہ کرو۔ تمہارا مال محفوظ ہے۔ اگرچہ اس حرامی نے تمہیں تباہ کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ مگر اپنے کئے کا پھل پا چکا ہے اور تمہارا مال حق حلال کی طرح خود بخود تمہارے قبضہ میں آجائیگا"۔

چندرہ وفورِ غضب سے بولی "میں بالکل نہیں سمجھی۔ کیا میرا مال بھی گودام میں نہیں تھا؟"

"نہیں۔ ایک امیر سے اس نے کچھ فیصلہ کر کے مال اُس کے حوالے کر دیا تھا۔ اور تمہیں اور عوام پبلک کو مغالطہ میں ڈالنے کی خاطر گودام میں آگ لگا دی تھی"۔

"تو آپ نے شک ہونے پر اسے پکڑ لیا"۔

"ہاں تمہارے گودام کی بیئت پر دو تین تانگے کچھ مال سے لدے ہوئے کھڑے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ جانے سے پیشتر بہت سے تانگے روانہ ہو چکے ہیں"۔

"لیکن آپ نے اسے کہاں پکڑا؟"

"یہ اُن کو تڑپ تڑپ کر کہہ رہا تھا جلدی جاؤ۔ کیوں کھڑے ہو۔ کوئی دیکھ لے گا۔ وغیرہ وغیرہ"۔

اور جب میں سب مطلب آسانی سے سمجھ گیا اور گاڑیاں روانہ ہو گئیں تو اس کو کندھے سے جا پکڑا۔ مگر اُس وقت یہ بلا کا طاقتور تھا۔ مجھے سخت چوٹ دے کر فرار ہو گیا اور آخر ایک خونریز جنگ کے بعد تمہارے گودام میں جا گھسا وہاں پہنچکر

رام دھن نے گفتگو کا پہلو بدل کر کہا " میں چیک والا دس ہزار روپیہ لے آیا ہوں۔ آپ اُسے لے لیں۔ اُس نے اپنی اندرونی جیب سے نوٹ نکالتے ہوئے کہا " یہ بدمعاش مجھ سے نوٹ چھیننے کی کوشش کر رہا تھا مگر ـــــــــ آہ بدمعاش نوٹ بھی نکال لئے "۔

اُس نے پھر زرد ہو کر کہا " دے میری مالکہ کے نوٹ۔ بدمعاش! ورنہ پولیس کو بلا کر کہتا ہوں کہ یہ لوگ انقلاب کرنا چاہتے ہیں "۔

دلیپ سنگھ نے خاص انداز میں کہا " پاجی! جلد بتا چندرہ کا مال کہاں بھیجا ہے۔ اور روپیہ کس سے لیا ہے؟ "

وہ حیران ہو کر دیکھتا ہوا بولا " مجھے معلوم ہوتا ہے تم بغیر پولیس کے آئے سیدھے نہ ہو گے "۔

" پولیس کے بچے خاموش رہ اور میری باتوں کا جواب صاف صاف دے۔ ورنہ موت کے لئے تیار ہو جا "۔

اُس نے قلبی لرزش سے کہا " آہ معلوم ہوتا ہے۔ میری بھولی مالکہ اب اس کے دام فریب میں آگئی ہے "۔

چندرہ نے قہر آلود نگاہوں سے دیکھ کر کہا " بتاؤ ورنہ انکار کرو۔ تاکہ میں اپنی اختراع کردہ کفیل سے پتہ لگاؤں "۔

وہ سوچنے لگا بھلا یہ کیا کر بیٹھی اور چندرہ کا اس سے کیا تعلق ہے۔

چندرہ نے اطمینان بخش لہجہ میں کہا " بابو! دیکھو۔ جان بڑی عزیز چیز ہے۔ اسے یونہی ضائع نہ کرو۔ اگر تم ان باتوں کا صحیح جواب دو گے تو میں

تم سے اقرار کرتی ہوں کہ تمہیں بغیر کسی اذیت پہنچائے آزاد کر دوں گی۔ ورنہ تم جانتے ہو کہ تم جیسے پاجی انسان رحم کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ جس نے اپنے مہربان مالک اور اس کے عزیز و اقارب سے اس قسم کا مکروہ سلوک کیا ہو۔ جن کی تشریح تمہاری آنکھیں کر رہی ہیں"۔

اس نے اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے شکستہ دلی سے کہا "افسوس"۔

"زیادہ افسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔ اپنے دل کو مضبوط کرو۔ اور یقین جانو تمہاری نوجوان مالکہ جس کے دل میں اس قسم کی آتش غضب کا ہونا ممکن ہے جو کسی عنادی اور شیطان سیرت شخص کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر میرے نوجوان خادم تو یقین رکھ کہ میں تجھے ہرگز تکلیف نہ دوں گی اگر تو میرے مہربان بھائی کے سوالات کا صحیح جواب دیگا لیکن اگر تم نے کسی قسم کی کوئی ناشائستہ حرکت کی تو یاد رکھنا کہ تم سے بڑا سخت بدلہ لیا جائیگا۔ اور دیکھو کہ میں تمہیں اپنے وعدے کے مطابق آزاد کرتی ہوں یا نہیں"

اس لمبی چوڑی تقریر کا ادھ حصہ پڑھا اس الفریڈ نے۔ مگر جب اس نے اپنے مخاطب پر نظر کی اور ان بھیانک جرموں کو بہ نظر غور دیکھا تو اس کی روح کانپ گئی اس نے اس کی فیاضی اور رحم دلی کا غلط اندازہ لگایا۔ یہ دو مجرم ہیں۔ اور یہ کسی صورت میں بھی حکام کے روبرو نہیں جا سکتے۔ رہی یہ بات کہ اب یہ کیسا سلوک کرینگے وہ بھی تین چار سوالات میں حل ہو جائیگا"۔

تو دیالی جرم میں کتنی تلخی ہے۔ اس وقت روح کی مضبوطی نہیں اکھڑ جاتی ہیں نہ دل ہل جاتا ہے"۔

سولھواں منظر

چندرہ اب وہ چندرہ نہ رہی تھی جسے دیکھ کر لوگ مجسم زندگی کہا کرتے تھے۔ اور عاشق مزاج لوگ آسمانی مخلوق کو چندرمکھی کے اسم مبارک سے منسوب کرتے تھے۔ آہ اب وہ بالکل اُن مریضوں کی طرح تھی جن کی زندگی سے اقربا نا اُمید ہو چکے ہوں۔ اور نزار ہستیوں کی طرح اُسے وبالِ جان خیال کرنے لگ گئے ہوں۔ اور جو اپنی تلخ زندگیوں سے دوسروں کے لئے باعثِ عذاب ہوں۔ اُن حالات سے جو اُس کی پاکیزہ مگر قابلِ رحم زندگی سے وابستہ تھے اور جسے اُس نے جھیلتے ہوئے اپنی ثابت قدمی و پارسائی کا ثبوت دیا تھا۔ نہایت اعلیٰ تھے۔ گو اُس کی ظاہری حالت دیکھ کر لوگ اُسے بُرے القاب دینے سے پرہیز نہ کرتے تھے۔ وہ حالات جو اُس کے رفیق دلیپ سنگھ کی اہم گفتگو و جدائی کے بعد اُس پر نازل ہوئے نہایت تلخ اور روح فرسا تھے۔ گو اس کا ذکر کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا تاہم اپنے ناظرین کے سامنے کچھ بیان کرنا لازمی معلوم ہوتا ہے یعنی اُس کے بدکیش ملازم رام دھن کی فراری عجیب و غریب طریقے سے اور یکایک رات کے وقت مکان میں چوروں کی آمد گرفت اور اُن سے مٹھ بھیڑ۔ اور اُسی حالت بیکسی میں اپنے آپ کو لے کر روپوش پریم کی والدہ سے ملاقات۔ اُس کی مفلسی اور پھر اُس کے لئے بندلیئے

ہیئت اور آخر ذہنی کرب جس کے باعث اُس کی حالت بتدریج تنزل و غیر اعتماد ہوئی۔ اور وہ تڑپ جو اُس کے قلبِ مضطر میں جاری تھی وہ محسوس کرتی ہوئی خودکشی جیسے مکروہ فعل کی طرف مائل ہوئی۔ مگر ایک گمنام شخص نے اُس کی اعلیٰ زندگی کو ضائع ہونے سے بچایا اور ایک آسودہ مکان میں اُس کی غور و پرداخت شروع کی۔

کئی دن کی لگاتار کوشش اور علاج معالجہ سے اُس کی حالت قدرے درست ہوئی۔ جس نے جو اس درستی میں اُس اجنبی سے پوچھا: "کیا میں اُس دنیا میں ہوں جہاں پریم جیسے نیک نہاد لڑکے پیدا ہوتے ہیں"؟

"میں نہیں جانتا آپ کیا کہہ رہی ہیں"۔

چندرہ نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا "کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ نے مجھے کہاں سے اپنے قبضہ میں کیا ہے"؟

"ایک دریا کی مطیعت سطح پر تیرتے ہوئے جس کے کناروں پر میری روح ہمیشہ شادمانی حاصل کیا کرتی ہے"۔

"تو میں یہ سمجھوں کہ آپ نے مجھے شیطان کی طرح پھر دوزخ میں گھسیٹ لیا ہے"

"یہ پرماتما جانتا ہے کہ میں نے کیا کیا ہے۔ بہرحال اپنا قصہ بیان کرو۔ تاکہ مجھے بھی تو معلوم ہو کہ آپ ایسی دکھی ہیں جس کے باعث اپنی بے مزہ زندگی کو ترک کرنا ہی مناسب خیال کیا ہے"۔

"پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کون صاحب ہیں؟ اور کیا کام کرتے ہیں۔ اور آپ نے میرے لئے کیا کچھ کیا ہے"؟

اُس نے کہا۔ "میں ایک انسان ہوں اور آوارہ پھر اگر تم ہوں۔ رہا آپ کے لئے وہ مجھے علم نہیں۔ آپ کون ہیں؟ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ اور کس لئے ایسی ناجائز حرکت کے مرتکب ہوئے ہیں؟"

چندرہ نے تسکین آمیز لہجہ میں کہا۔ "آپ کوئی درویش صفت امیر معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپ کا سلیقہ اور پوشش فقیرانہ ہے۔ اور رہائش کسی عیش پرست .....

مسکرا کر "تم بڑی ذہین عورت ہو"۔

چندرہ اپنی حالت کو غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "آپ کو میرے عورت ہونے کا کیسے علم ہوا"۔

"غم نہ کرو۔ میں نے بھی اُس وقت کی تمہاری بے معنی گفتگو سے پتہ لیا تھا جس وقت تمہیں دریا کی موجوں سے باہر کی طرف نکال لایا تھا اور یہ ہی وجہ ہے کہ میں نے تمہارے لئے علیحدہ مکان تجویز کیا ہے۔ ورنہ تمہیں غریب سمجھ کر پولیس کے حوالے کر دیتا اور تم ہسپتال میں ہوتیں"۔

"تو آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ اور آپ کو میرے آسودہ ہونے کے ثبوت کس طرح ملے۔ کیا نشان ظاہر ہوا؟"

"نہیں۔ تمہاری صورت نے آخر میرے شکوک رفع کر دئیے اور رعب خاندانی اور امیری نے یقین دلا دیا"۔

کچھ سوچتے ہوئے۔ "میں نے اگرچہ اپنے بچاؤ سے نمایاں تعلق پایا ہے اور زندگی کو مکروہ سمجھا ہے۔ مگر آپ کی غیر معمولی احسان مندی تقاضا کرتی

ہے کہ میں آپ کا شکریہ ادا کروں۔ اور تازیست ممنونِ احسان رہوں ورنہ احسان فراموش خیال کی جاؤنگی"۔

"نہیں دیوی اظہار شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم اپنے حالات کو بیان کرو۔ تاکہ میں تمہاری خدمت انجام دے سکوں۔ کیونکہ آپ کی صورت سے آپ کے رنجیدہ ہونے کی علامت ظاہر ہو رہی ہے۔ اور یکایک کسی سخت مصیبت کا شکار ہونے کے ثبوت مل رہے ہیں"۔

چندر دنے اپنے جلے ہوئے دل کی بھڑاس اس طرح نکالی "پیارے بھائی! خواہ تم کون ہو۔ پھر بھی تمہارے کلام سے بوئے صداقت عیاں ہے میں تمہاری مہربانیوں کا اعتراف کرتی ہوں اور ناچیز خواہش کو پورا کرنے سے چشم پوشی نہیں ہوئی۔ سُنئے میں مختصراً اپنے حالاتِ زندگی بیان کرتی ہوں اگر کوئی لفظ آپ کے غیر پسندیدہ استعمال ہو اور میری زردہ خیالی و عشق بیانی میں کوئی نقص واقع ہو تو مہربانی کر کے میرے دل کو دُکھانے کی کوشش نہ کرنا۔ اس کا جواب صرف یہ ظاہر ہونا چاہیئے کہ تم دُکھی ہو"۔

"اچھا اُمید رکھو پرماتما رکھشا کرے گا"۔ اس کے علاوہ جو کچھ ملامت کی ضرورت محسوس ہوئی تو اپنے دل میں میرے خیال کے مطابق فوراً جبر کر لیجئے گا۔ آپ کی مشکور ہونگی"۔

اس کے بعد اُس نے اپنی شروع زندگی سے لے کر اُس وقت تک جب وقت کشن سنگھ فریب دے کر موٹر میں سوار کر کے لے گیا تھا۔ اور عین موقع پر پہنچ کر دلیپ سنگھ نے اُس کی امداد کی تھی۔ سب حالات

رقت آمیز آواز میں بیان کئے۔ جن کو سُن کر شخص مذکور کے آنسو نکل آئے اور رحم بھری آنکھوں سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ گویا اُس کو اُس کے عاشق صادق کے بے گناہ ہونے کا مکمل ثبوت مل گیا ہے۔ اور وہ اس کی کسی طرح امداد کرنا چاہتا ہے۔

چندرہ کی آنکھیں غضب اور رقت کے باعث سُرخ ہو گئی تھیں اور چہرہ جس پر مُردنی اثر انداز ہو چکی تھی نہایت دمکنے لگا۔

اُس کی زندگی زندہ رہنے والی معہ گذشتہ ایام کے اُس کے دل سے نکل کر اُس کے بُشرے پر آگئی۔ اور قوت خیالی و اثرا ادی کا اجنبی پر خاصہ اثر ہوا۔ وہ کہنے لگا "ایسی کامران ہستی اس طرح تباہی کے گڑھے میں جا رہی تھی"۔ پھر اُس نے پوچھا نوجوان پریم کی والدہ اب کہاں رہتی ہے؟

چندرہ نے ملکتی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ بازار کے ایک گرے ہوئے مکان کے ایک کمرے میں رہتی ہے"!

"اُف۔ اُس کا روپیہ اور سامان جو پریم اپنے ساتھ امریکہ سے لایا تھا کہاں گیا"۔

"وہ روپیہ اور سامان سرکار کے قبضہ میں ہے"۔

"اُس کے پاس اب کچھ نہیں؟"

"ایک تنکا تک نہیں۔ بلکہ وہ ضمیر فروش لوگ جو دنیاوی عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں اُسے طعن زنی کرتے ہیں۔ اور بجائے مدد کرنے کے تکلیف پہنچاتے ہیں"۔

"بیچاری بڑی پریشانی کا اظہار کرتی ہو گی ؟"

"اُس کے تو آنسو ہی نہیں نکلتے وہ کہتی تھی چندرہ میرے سر میں تو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں رہا جو میری آنکھوں سے نکل کر میرے چہرے کو سیراب کرے "

اور اُس مُربی نے بھی کوئی مدد نہیں کی جو اپنی لڑکی کا رشتہ میرے پریم کے ساتھ کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ افسوس ! امداد کرنی تو ایک طرف رہی برعکس اِس کے اُس کا سب روپیہ لوٹ لیا۔ اور اپنے بیانات سے پریم کو ایک سخت خطرے میں ڈال دیا "۔

اُس نے حیرانی سے کہا "ایسا ظلم ؟"

"ہاں - ہاں - میں نے اُن کے ایک قریبی رشتہ دار سے سنا ہے جو اُن سے رقابت رکھتا تھا۔ وہ روپیہ جو پریم اپنے ہمراہ امریکہ سے لایا تھا۔ وہ اُس کی والدہ کے کہنے پر بوقت تلاشی مکان میں داخل ہوا اور افسر پولیس سے کچھ گفت و شنید کی جس کے بعد سامان تو سارا ضبطِ تحریر میں آ گیا لیکن نقدی کا ذکر اذکار کہیں نہ کیا "۔

"میں سمجھ گیا - یہ شرارت دونو طرف سے ہوئی "۔

"آپ سمجھ سکتے ہیں "۔

اور کیا دیپ سنگھ آپ سے ایک ماہ کے اندر اندر ملنے کا وعدہ کر کے جُدا ہو گیا تھا ؟"

"ہاں - لیکن اب وہ آنے والا ہی ہو گا۔ کیونکہ آپ کی بتائی ہوئی تاریخ کے مطابق اب تین یوم باقی ہیں "۔

"کیا آپ کا ملازم بالکل لاپتہ ہے؟"

"ہاں!"

سوچتے ہوئے۔ "ٹھیرو۔ آپ نے کسی شخص دولت رام کا ذکر کیا تھا۔ جو پریم کے دوستوں میں سے ہے"۔

"ہاں۔ اُس نے بچشم خود پریم کو گرفتار ہوتے دیکھا اور آخر ہمیں اگر اطلاع دی جس کے بعد اُس نے یہ اطلاع دی کہ میں اگرچہ عظیم خطرات میں گھرا ہوا ہوں مگر میں اپنے قیاسات کے مطابق یہ بیان کرتا ہوں کہ پریم کی بابت سب سے زبردست ہاتھ آپ کے ملازم کا ہے۔ آپ اُس سے خبردار رہنے کی کوشش کریں کیونکہ میں نے اُس کی گفتگو سے اندازہ لگا کر اُسے کہا تھا کہ میں تمہیں اسکی پاداش میں ٹرا دونگا تو اُس نے مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر وہ ایسا کرے گا تو اُسے قید کرا دیا جائیگا۔ کیونکہ وہ عرصہ تین چار سال سے کام کاج چھوڑ چکا ہوا ہے۔ اور گورنمنٹ کو یقین دلایا جائیگا کہ یہ انقلابیوں سے خفیہ خط و کتابت کرتا تھا۔ اور وہ اسے مالی امداد دیا کرتے تھے۔ جس سے اُس نے خاموشی اختیار کرلی ——— کیا آپ اُسے جانتے ہیں"۔

"آہ۔ اب میں صحیح حالات کو مخفی رکھ کر زیادہ گناہگار نہیں بننا چاہتا۔ درحقیقت وہ بے گناہ ہے۔ اور میں نے کسی رقابت کے زیر اثر اس کی محکمہ انکم ٹیکس میں رپورٹ کی تھی۔ جس نے ضدی ہونے کے باعث اپنی مفلسانہ حالت بنالی مگر ٹیکس کی ایک کوڑی ادا نہ کی"۔

"کیا آپ محکمہ انکم ٹیکس میں ملازم تھے؟"

"ہاں۔ میں ایک غیر حلقہ میں انسپکٹر تھا۔ اور میں نے اپنی شیطانی چالوں سے اپنے ہمعصر کو اِس امر پر مجبور کیا کہ وہ اُسے گرفت میں لاکر تباہ کرے"۔

"آپ نے بہت ظلم کیا"۔

"آہ دیوی مجھے خود افسوس ہے کہ میں نے اُس غریب عیالدار سے کیوں اس طرح کا سلوک روا رکھا۔ حالانکہ میں صحیح جانتا تھا کہ وہ بیگناہ ہے"۔

"مگر کوئی خاص وجہ تو ضرور ہوگی؟"

"نہیں۔ کوئی نہیں"۔

اِس کے بعد اُس کی آنکھیں تر ہوگئیں اور بمشکل بھرائی آواز میں بولا کہ "حقیقت یہ ہے کہ میں ایک لڑکی پر دل و جان سے فدا ہو رہا تھا مگر یکایک ہی اُس کے والدین نے اُس لڑکی کی اُس سے شادی کردی جس سے مجھے نمایاں قلق ہُوا۔ اور اِس طرح خفیف سی رنجش سے اُس مظلوم اور بے بس شخص کا شکار کر لیا"۔

"بہت ظلم ہے۔ اِسی طرح اور بھی کئی ظلم کئے ہونگے؟"

"نہیں دیوی یہ ہی جرم سرزد ہوگیا ہے۔ جس کے بوجھ سے میرے کندھے جھکے جاتے ہیں۔ اور اُس دن سے میری انتقامی روح مرچکی ہے۔ گو میں نے اُس کی حالت دیکھ کر کئی دفعہ کوشش کی ہے کہ میں اُس کے قدموں میں گر کر گناہوں کی معافی مانگوں اور اُس کو کچھ مالی امداد دوں مگر اظہار ندامت کی جرأت نہ پڑی اور اِس طرح اندر ہی اندر کڑھتا رہا۔ اور یہ ہی وجہ ہے کہ میرا دل شہر میں رہنے سے متنفر ہوگیا ہے۔ اور میں غم غلط کرنے کیلئے روزانہ

دریا پر چلا جایا کرتا ہوں"۔
"آپ اُس سے معافی مانگنے کی بجائے یونہی مدد دیتے تو اچھا تھا"۔
"آہ نہیں۔ ضمیر مجبور کرتا ہے۔ کہ اُس کے سامنے جاتے ہی اپنے جُرم کا اقبال کرا اور اُس کی زبان سے سُن کہ میں تجھے معافی دیتا ہوں"۔
"اچھا اب آپ کو معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے"؟
تین چار ماہ گذرے جب سُنا تھا کہ کسی اور شہر میں جانے والا ہے۔ اور وہیں کسی کے پاس ملازمت اختیار کرے گا"۔
"نہیں وہ یہیں موجود ہے۔ اگر میں میدان دُنیا میں گئی تو اُسے ضرور ڈھونڈ نکالوں گی اور تمہاری منشا . . .
"ہاں آپ کا شکریہ ادا کروں گا۔ کیونکہ میں اس وقت تین چار لاکھ روپے کا آدمی ہوں۔ مگر میرے دل میں ذرا بھر مسرت کا عنصر نہیں ہے۔ اور میری روح کو دنیا کی کسی دلفریب چیز سے تشنگی رہتی ہے۔ اس لئے میں اگر میں مہم میں کامیاب ہو گیا تو یقیناً اپنی گئی گذری زیست حاصل کر لوں گا"۔
پندرہ نے اُسے یقین دلانے والی آنکھوں سے دیکھ کر کہا۔ اس قدر مال و دولت کا ہاتھ لگنا کوئی خاص وجہ ہوگی"؟
"ہاں۔ میرا ایک رفیق مرتے وقت وصیت کر گیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ امیری ٹھاٹھ باٹھ ہیں"۔
"اور یہ مکان بھی شاید اسی ورثہ میں آیا ہے"؟
"ہاں۔ یہ مکان اُس کی ایک یادگاری عشرت کدہ ہے جس ... مجھے ایک ...

اُس سے بیوفائی کی اور اُس نے طیش کے عالم میں اُسے اپنے مکان سے نکال دیا اور خود ایک لمبی چوڑی وصیت کرنے کے بعد کہیں چلا گیا"۔

"دنیا کی بے ثباتی معلوم ہو گئی ہو گی" ؟

"بیشک۔ لیکن پہلے اُس سے ایسی اُمید نہ تھی"۔

ستارہواں منظر

معزز ناظرین! آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت پریم چند قید فرنگ میں ہے اور دلیپ سنگھ کسی اہم کام کی وجہ سے ایک مہینہ کے لئے چندرہ سے جدا ہو گیا ہوا ہے۔ اور رام دھن جو دلیپ سنگھ کی عقلمندی سے قید کیا گیا تھا وہ چندرہ کے مکان سے فرار ہو گیا تھا اور چندرہ جو ایک مصیبت زدہ لڑکی ہے ایک اصلاح پذیر شخص کی وجہ سے موت کے منہ سے بچ چکی ہے اور اب اُسی محسن کے مکان میں زیرِ علاج ہے"۔

اِس وقت ہم صرف یہ بتائیں گے کہ پریم کی بیگناہ والدہ کی کیسی حالت ہے!۔ کیس کس مپرسی کی حالت میں رہتی ہے۔ اور آتش دل دولت رام کا کیا کچھ حشر ہوا ہے:۔

شہر کے اُس مشہور محلے میں جہاں پریم کی والدہ رہتی تھی عموماً لوگ آسودہ حال تھے لیکن اُن کی قلبی حالتیں ایسی مکروہ اور بدتر تھیں جنہیں

اپنے مذہبی عقائد کا کچھ علم نہ تھا۔ وہ صرف یہ جانتے تھے کہ غریب لوگوں کو کڑے سود پر روپیہ دینا اور اُن کی دلپذیر چیزوں کو اپنے قبضہ میں لانا۔

ایسی صورت میں ہمارے ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ اُن سے کبھی پریم کی والدہ سے بہتری کی اُمید ہو سکتی ہے۔ یا کم از کم اتنی جرأت کر سکتے ہیں کہ اُس بیگناہ نوجوان کی نسبت حکام بالا سے کچھ استفسار کریں۔ قطعاً نہیں۔ ہمارے ناظرین اگر ایسے شیطان وضع انسانوں کو دیکھ چکے ہیں تو انہیں فوراً علم ہو جائیگا کہ وہ مطلق حیوان نما انسان ہیں۔ اُن کی روح جس اُن کے دل بالکل ایک پہاڑی پتھر کی طرح ہیں۔ اور وہ اپنی غیرت اپنی حشمت اپنے نام و نمود کی خاطر قربان کرنے سے کبھی گریز نہیں کرتے ایسی تنگ دل ہستیوں میں اُس معصوم عورت کا سربدل ہونا اور کچھ ڈھارس سے قائم رہنا ناممکنات سے تھا۔ وہ پریم کی گرفتاری کی خبر سُن کر بیہوش ہو گئی۔ اور اسی بیہوشی میں مکان سے باہر نکالی گئی۔ جس کے دل اور سر میں وہ حس جو انسان کو خاص قدرت کی طرف سے عطاء کی گئی ہے۔ بالکل ضائع ہو گئی اور اُس نے خاموشی اختیار کر لی "۔

مبالغہ آمیزی سے مجھے سخت نفرت ہے اس لئے میں سچ بیان کرتا ہوں۔ کہ وہ لگاتار چھ دن تک بغیر کھائے پئے رہی اور اُسے اُن سرکش امیروں کے عیاش خادموں نے اُٹھا کر بازار کے ایک ٹوٹے پھوٹے مکان میں چھوڑ دیا جو اُس محلے میں عیش و طرب کے دیوتا ماننے جاتے تھے اور اُن کی عورتیں چھوٹی سے لے کر بڑی تک بداخلاق ہو رہی تھیں۔

غرض بے گناہ عورت نے خاموش آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھا۔

اندعل سے آہ کھینچی - پرماتما! میرے پریم کو ملا دے - میری آخری تمنا یہی ہے
میں اور کچھ نہیں چاہتی"۔

اُس کی آنکھیں جو الم و محن سے جھلسی رہتی تھیں - سارا دن کھلی رہتیں -
اور اُس کے کان کسی کی پیاری آواز کو سُننے کے لئے چوکنے رہتے - مگر وہ
صورت جس کے دیکھنے کا اُسے انتہائی اشتیاق تھا نظر نہ آئی - اور نہ کسی نے
اُس طرف قدم اُٹھائے -

اس کے تین دن بعد چندرہ تپہ لگاتی ہوئی بڑی مشکل سے اُس کے پاس
پہنچی اور اُس کی ایسی حالت دیکھ کر زار زار رونے لگی مگر اُس نے برخلاف اس
کے چندرہ کو خوب گالیاں دیں - جس سے اُس کے پاگل ہونے کا پتہ
چلتا تھا - اور اپنے آپ باتیں کرنے سے حیران ہوتی رہی -

غرض چندرہ نے بہزار وقت اُسے تسلی دی اور بہت سی باتیں کر کے
اُسے پریم کی طرف سے اطمینان دلایا اور کہا کہ وہ عنقریب واپس آنے والا
ہے - جب پریم کی والدہ کو اچھی طرح سے اطمینان ہو گیا تو وہ اپنے پہلے سلوک
سے جو اُس نے چندرہ سے کیا تھا پشیمان ہوئی -

اُس نے کہا "میری پیاری بیٹی میرے پریم کو بچا دو - میں تمہارے اس
احسان کو کبھی نہ بھولوں گی - تمہارے پاس دولت ہے عقل ہے - قوت ہے
ان سب کو ایک بیگناہ کی رہائی کے لئے صرف کر دو"۔

چندرہ نے اُسے سچے دل سے یقین دلایا کہ میں تمہارے پریم کے لئے سب
کچھ قربان کر دوں گی تم تسلی رکھو اور میرے مکان پر چلو"۔

مگر اُس غریب عورت نے اُس کے مکان پر جانے سے انکار کردیا اور سخت عہد کیا کہ جب تک پریم نہیں آئے گا۔ میں اس جگہ سے کبھی بھی نہیں جاؤں گی"۔

چندرہ نے ہزار کوشش کی مگر وہ اُس کے کہنے میں نہ آئی جس سے چندرہ کو سخت مایوسی ہوئی اور وہ واپس چلی گئی۔

اُسی دن شام کو چندرہ خیالی گرداب میں غوطے کھاتی ہوئی پریم کی طرف سے نا اُمید ہو گئی اور سوچنے لگی کیا پریم کی طرح اور بھی بے گناہ ہستیاں گمنام کی گئی ہیں۔ جو سلطنتوں کے اُلٹ پلٹ کو معمولی خیال کرتے تھے جب اُن جاں نثاران وطن کا کچھ پتہ نہ لگا تو پریم جیسا بھولا نوجوان کس شمار و قطار میں ہے۔ یقیناً وہ مار ڈالا گیا ہوگا۔ یا کسی دور دراز غیر ملک میں بھیج دیا گیا ہوگا۔ اگر ایسا نہیں تو اُس کا کیوں سراغ نہیں ملتا۔ اور نہ ہی یہ خبر مشتہر ہوئی ہے"۔

آہ۔ جب پریم نہیں ہے تو اس جہانِ تاریک میں میرا زندہ رہنا عبث ہے میں اُس کے ساتھ ہی سورگ لوک میں جاؤنگی۔ اپنی اور اُس کی مظلومی و بیگناہی کی دربارِ حقیقی میں فریاد کرونگی"۔

اِس قسم کے کئی ایک خیالات تھے جو چندرہ کے دماغ میں پھر رہے تھے۔ اور اُسے خوفِ عاقبت سے کشاں کشاں دریا کی جانب لے گئے جن کا اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

اِس وقت ہم اپنے ناظرین کو سردار کشن سنگھ کی کوٹھی میں لے جانا

چاہتے ہیں۔ جہاں آج کل ایک خاصہ دفتر لگا رہتا ہے اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں ہر وقت جمع رہتے ہیں۔

اِس وقت جب کہ ہم نے اپنے ناظرین کو سردار صاحب کی کوٹھی میں جانے کی تکلیف دی ہے۔ اس وقت سردار صاحب موصوف ایک آراستہ کمرے کی نہایت اعلیٰ اور خوب صورت آرام کرسی پر لیٹے ہوئے تھے اور ایک شخص اُن کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

سردار صاحب چند لحظہ سکوت کے بعد بولے :۔

"دولت رام! تم جو کچھ کہتے ہو ٹھیک ہے۔ مگر قانون ثبوت چاہتا ہے۔ ایسی باتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا"۔

دولت رام نے منت سماجت سے کہا "مہربان! آپ صاحب حیثیت رئیس ہیں۔ اگر کوئی صورت ہو سکتی ہے تو کوشش کریں۔ شاید کامیابی ہو جائے ہم نے سنا ہے کہ بارسوخ لوگوں کی عدالتوں میں خوب سنی جاتی ہے۔

"یہ میں بھی مانتا ہوں۔ اور کوشش کی نسبت میں تمہیں یہ جواب دیتا ہوں۔ جس طرح میں نے اُس کی بریت کے لئے کوشش کی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ تم چندرہ سے جاکر پوچھو"۔

اوّل تو یہ پوچھنے کے لئے چندرہ کے پاس جانا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اگر جایا بھی جائے تو اُس کا ملنا مشکل ہے۔ میں کئی دن اُس کے مکان پر جاتا رہا ہوں مگر وہ مکان پر ملتی ہی نہیں ہے۔ شاید اُسے کوئی خطرہ ہے جس کے خوف سے روپوش رہتی ہے"۔

"ہاں - میں تو تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ اسے بھی اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں - ورنہ وہ یوں ہراساں نہ پھرتی"۔

"مگر آپ نے مجھے اس دن بتایا تھا کہ ہم ایک تجویز سوچ رہے ہیں - اگر ہم اس میں کامیاب ہو گئے تو پریم آنا د ہو سکتا ہے ورنہ کوئی صورت آزادی کی نہیں (قدرے جھجک کر) آپ مہربانی کر کے ذرا اسے بیان کریں"۔

غور سے سوچتے ہوئے "ہاں - مگر اس میں ایک شرط ہے - اگر تم اس شرط کو مان لو"۔

"میں ماننے کو تیار ہوں آپ شرط بیان کریں"۔

"مگر اس کے افشا ہونے کا خطرہ ہے - شرط مان لینے پر تم خاموش تو رہ گئے"۔

"مہربان! میں آپ سے سچے دل سے عرض کرتا ہوں خواہ کچھ بھی ہو - میں آپ کے راز کو افشا نہ ہونے دونگا - بلکہ اگر ہو سکا تو آپ کی اس معاملے میں ہر طرح امداد کروں گا - پہلی کمزوری سے میں خود شرمندہ ہوں جو میں نے ایک بزدل آدمی کی دھمکی سے اصلیت کو چھپائے رکھا - اور مرض خفیف کو شدید بنا دیا"۔

"اگر منظور ہے تو قلم دوات لو اور اس فارم پر دستخط کر دو - پھر میں اسی طرح تحریر کی صورت میں تمہیں جواب دکھا دونگا - جسے تم زبانی یاد کر سکتے ہو - اور میں اطمینان کے لئے یہ سند اپنے پاس رکھونگا"۔

دولت رام متحیر ہو کر اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا "میں اس کی رہائی

کا حامی ہوں۔ اس لئے میں ہر ممکن و غیر ممکن شرط ماننے کے لئے تیار ہوں لاؤ فارم میں دستخط کر دوں۔ کیونکہ میں اُس بے گناہ کو آزاد دیکھنے کا دل سے آرزومند ہوں"۔

اُس نے میز پر پڑے ہوئے ایک فارم پر سردار صاحب کی حسب ہدایت دستخط کر دیئے۔ اور چونکہ وہ انگریزی زبان سے ناواقف تھا۔ اس لئے سردار صاحب نے باقی فارم اپنے قلم سے پُر کیا اور اُسے تہ کر کے ایک لفافہ میں بند کرتے ہوئے کہنا شروع کیا:۔

جس وقت میں شملہ میں گیا تھا اُس وقت اس ٹھیکہ کے خریدار سینکڑوں کی تعداد میں وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے مگر میری قسمت تیز تھی میں بلا کسی قربانی کے اس ٹھیکہ کو حاصل کر گیا۔ اور شادیانے بجاتا ہوا واپس لاہور آیا۔ اب جو بات مطلب کی ہے وہ یہ ہے کہ تم ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔ تمہاری ظاہری اور باطنی حالت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس لئے ایسے شخص کے لئے جو سلطانی عتاب کا نشانہ بن چکا ہو۔ اور اُس جیسے ہزاروں انقلابی اس سے پہلے نشانہ اجل بن چکے ہیں۔ اُس کے لئے تمہارے جیسے شخص کی ہمدردی کچھ مفید ثابت نہیں ہو سکتی۔ دوست! میں تمہاری عقیدت انسانی کا اعتراف کرتا ہوں اور تمہارے ساتھ ہمدردی رکھتا ہوں۔ مگر میں تمہیں مشورہ دیئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا۔ کہ تم غلطی پر ہو۔ میں کئی دن سے تمہاری حالت دیکھ رہا ہوں۔ اور اشتعال انگیز باتوں کو ضبط کئے ہوئے ہوں۔ اس لئے میں تم کو

ایک نیک مشورہ سے مستفیض کرتا ہوں۔ اوّل تو تم پریم کی دوستی کا خیال چھوڑ دو۔ کیونکہ ایسی صورت میں تمہارے پھنس جانے کا امکان ہے۔ دوسرے اگر تم اپنے تباہ شدہ خاندان کی طرف غور کرو تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ تم نے کتنی سخت غلطیاں کی ہیں۔ اگر تم ٹیکس دے دیتے تو آج اس حالت کو ہرگز نہ پہنچتے۔ خیر اب جو کچھ ہو گیا ہے وہ یاد کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔ میں تمہیں ایک اچھے راستے پر ڈالتا ہوں۔ اور تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں ہر ممکن طریقہ سے مدد پہنچاؤنگا۔ اور دوسرے لوگوں سے زیادہ تنخواہ کا مستحق قرار دونگا۔ بتاؤ میری تجویز پر خوش ہو یا نہیں؟"

دولت رام غمگین آواز میں بولا "سردار صاحب! آپ کو معلوم ہے میں ایسا آدمی نہیں ہوں۔ جو اپنی غیرت بیچنے کے لئے آمادہ ہو جاؤں۔ میرے دل نے اس وقت گوارا نہ کیا کہ ایسی نامناسب کارروائی کو تکمیل دوں اور ناجائز بات کو گوارا کروں۔ اب اگرچہ میں مفلسی کی حالت میں ہوں مگر میرا ضمیر شیطانی دباؤ کے اثرات سے پاک ہے۔ اگر میں مر بھی جاؤنگا تو میرے ضمیر کو افسوس نہ ہوگا۔ اب رہی پریم کی بات۔ یہ میں مانتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہمدردی کرنے والے اسی طرح تباہ کئے جا سکتے ہیں۔ مگر اس کی بیگناہی انسانی دلوں کو نرم کر دیتی ہے۔ کہ اس کا کچھ پتہ لگایا جائے۔ اگر ہو سکے تو پبلک پر اس راز کو روشن کر دیا جائے۔"

تم اس خیال کو ترک کر دو اور میری بات پر عمل کرو۔ میں نے پریم کے لئے ہزار کوشش کی ہے۔ مگر اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ وہ جیل

سے فرار ہو گیا ہے جس کے گرفتار کرنے کے لئے دوبارہ گورنمنٹ کے آدمی خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں"۔

کچھ ہو اس اہم سکوت میں مصلحت ضرور ہے۔ ورنہ وہ بھی دیگر مفسدہ پردازوں کی طرح باقاعدہ قانون کی زنجیروں میں جکڑا ہوا عدالت میں آتا اور اُس کی خبریں زبان زدِ خلائق ہوتیں۔

"میں آپ کا وہ مطلب نہیں سمجھا جو آپ نے اپنے ٹھیکہ لینے اور میری تنخواہ کے متعلق کہا ہے۔ کیا آپ مجھے کہیں نوکر کرا دیں گے؟"

"ہاں۔ ایک اعلیٰ عہدہ پر"۔

"تو سب سے پہلے وہ راز بیان کیجئے جس کے لئے میں نے آپ کے کاغذ پر دستخط کئے ہیں"۔

"مگر وہ راز جہاں تم بھیجے جاؤ گے وہیں جا کر تمہیں خود بخود معلوم ہو جائیگا۔ تم بے فکر رہو۔ اور یہ بات یاد رکھو کہ میری ہمدردی کسی بدظنی کی مستحق نہیں ہے۔ میں تمہیں عروج پر پہنچانا چاہتا ہوں"۔

دولت رام اگرچہ آتش مزاج تھا مگر اس میں ایک بڑا بھاری نقص تھا کہ وہ ہر ایک کی بات کو فوراً ایمان میں لے آتا تھا۔ اور کسی قسم کا شبہ نہیں کرتا تھا اُس کا رام دھن سے ملنا۔ پریم اور دلیپ سنگھ کی ملاقات کا ذکر کرتا ہمارے ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ وہ اوپر کی نہیں نہیں جو عیالدار لوگوں کے لئے معمولی درجہ رکھتی ہیں۔ نیز چونکہ وہ ایک رحم دل شخص تھا اور زمانہ سازیوں کو نہیں جانتا تھا۔ اِس لئے اپنے آپ کو بہت عقلمند خیال کرتا۔

جب اُسے چکنی چپڑی باتوں میں پھانس کر بتایا گیا کہ تم آج سے ہی تنخواہ دار ملازم ہو۔ اور دو چار روز تک کہیں باہر بھیجے جاؤ گے۔ تو اُس کے دل پر خوشی اور رنج دونو اثر انداز ہوئے۔

آخر تین یوم کے بعد ایک قلی کوڈ کے ساتھ لورہ لائی کی طرف بھیجا گیا۔ لیکن دولت رام کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میں کب ملازم ہوا اور کہاں بھیجا جا رہا ہوں۔

ہمارے ناظرین یہ نہ سمجھیں کہ دولت رام بھی پریم کی طرح قید کیا گیا ہے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔

دولت رام ایک اہم مگر سنگین ملازمت پر مقرر کیا گیا ہے جس کا مفصل بیان ہم چندر مکھی کے دوسرے حصے انتقام میں درج کریں گے کہ وہ کس طرح مصیبتوں کا سامنا کرتا ہوا عروج پر پہنچا۔ اور اُس نے کس طرح سے پریم کی تکلیفوں کا خاتمہ کیا اور اُسے سنگینوں کے زبردست پہرہ میں سے کیسے صاف اُڑا لیا۔

تمام شُد

اگر آپ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ دولت رام نے کس طرح برہ[?] کو آزاد کیا تو لالہ پنا لال صاحب ناولسٹ کا لکھا ہوا تازہ ناول
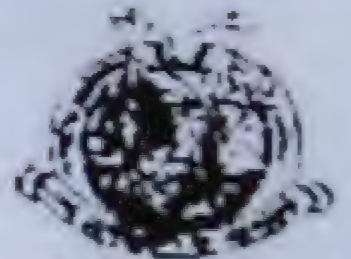
انتقام

ضرور پڑھیں جس میں رام دھن لکھمی رائے اور کشن سنگھ سے انتقام لینے کے حالات قابل مطالعہ ہیں کسطرح وہ اپنے برے دوستوں کو انکے جرموں کی سزا دیتا ہے اور نیکوں کو نیکی کا ثمر ملتا ہے پریم سے چندرا کی ملاقات اور الوک[?] کی موت شکنتلا کا دیوانہ پن عجیب پیرایہ میں دکھایا گیا ہے ملک پر فدا ہونیوالوں کے حالات جو تختہ پھانسی پر بھی ملکی گیت گاتے ہیں بڑے دلچسپ انداز میں لکھے گئے ہیں قیمت فی جلد ۱۲ر

ملنے کا پتہ:۔ جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز تاجران کتب چوک متی لاہور

سنت رگھناتھ داس مینجر چھپا[?]

صرف سرورق چاند پریس موہن لعل روڈ لاہور میں چھپا